رجب/شعبان 1434ھ

جون 2013ء

ماہنامہ المرشد

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَایُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

بیشک اللہ اللہ کرنے والا ایک فرد بھی دنیا میں موجود ہوگا تو قیامت نہیں آئے گی

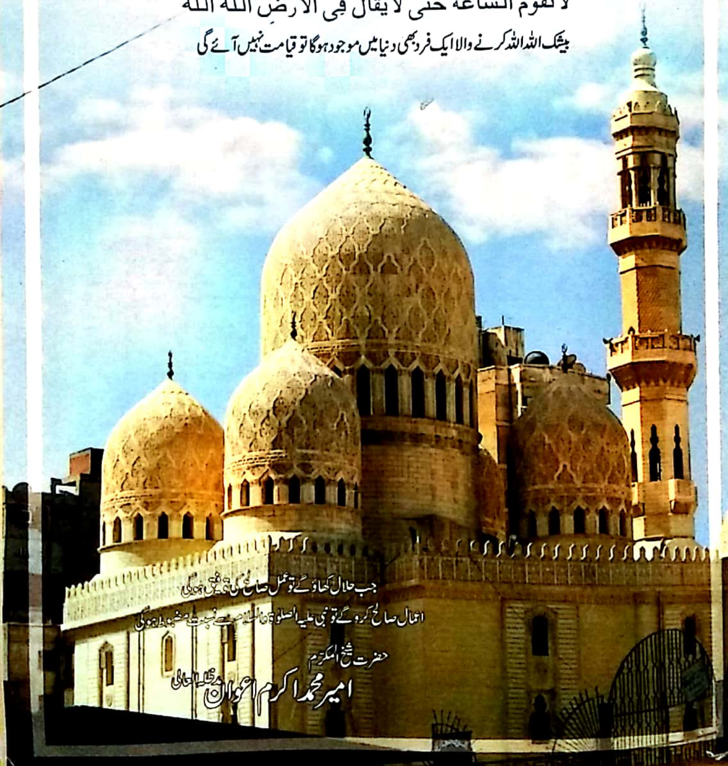

جب حلال کھاؤ گے تو عمل صالح کی توفیق ہوگی

اعمال صالح کرو گے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت مضبوط ہوگی

حضرت شیخ المکرم

امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے؟

اللہ کریم کے ہونے کا، اس کے رازق و مالک ہونے کا، اس کے قادر مطلق ہونے کا، اس کے حساب لینے کا اور اس کی بے پایاں رحمت و مغفرت کے پانے کا یقین حاصل کرنے کا راستہ تصوف ہے۔ جب انسان کے اندر سے غیر اللہ کے آسرے نکل جائیں صرف اللہ سے امید رہ جائے تو یہی تصوف کا حاصل ہے۔ الحمد للہ ہمیں کلمہ نصیب ہے، ہمارا اللہ کی توحید پر، حضور اکرم ﷺ کی رسالت پر، قرآن کی صداقت پر اور ضروریات دین پر ایمان ہے لیکن وہ ایمان اتنا کمزور ہے کہ ہمیں نا فرمانی سے روک نہیں سکتا۔ ایمان و یقین میں کمی کو دور کرنے کا نسخہ تزکیہ باطن ہے، قرآن حکیم میں اس کیلئے ذکر قلبی خفی کا حکم دیا گیا ہے اور ذکر کثیر کرنے کو کہا گیا ہے۔ ذکر قلبی سے باطن کو پاک کر کے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھ کر نبی کریم ﷺ کی برکات وصول کرنے کا نام حصول تصوف ہے، تزکیہ باطن ہے۔

جب انسان کا قلب ذاکر ہو جائے، لطائف ذاکر ہو جائیں، وجود ذاکر ہو جائے گا تو اسے اللہ کی ذات پر بھروسہ اور اس کی صفات پر یقین کامل نصیب ہوگا۔ جتنا یقین آخرت پر بڑھتا چلا جائے گا۔ اسی قدر اعمال میں خلوص پیدا ہوگا۔ سنت مطہرہ پر دل کی رغبت سے عمل نصیب ہوگا۔ ہر عمل رضائے باری کے حصول کیلئے ہوگا۔ اس کا کردار اس کے اپنے لیے اور دوسروں کیلئے باعث راحت ہوگا۔ دنیا میں راحت اور آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی۔

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جون 2013ء رجب المرجب / شعبان المعظم 1434ھ

جلد نمبر 34 شمارہ نمبر 10

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر		6
ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	15
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	19
واقعہ معراج	مولانا صفی الرحمن مبارک پوری	26
حقوق والدین		31
خواتین کا صفحہ	ام نازان، راولپنڈی	36
بچوں کا صفحہ	ر۔ خان	41
دارالعرفان میں قیام کا ضابطہ	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	44
ALLAH'S OBEDIENCE	Ameer Muhamniad Akram Awan	53
A LIFE ETERNAL	Abul Ahmadain Translation : Naseem Malik	56

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ: 235 روپے ششماہی

بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ منارہ ضلع چکوال ۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ۔۔۔۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (البقرة:23)

قرآن کریم - اللہ کا کلام

اس کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کے مقابل کلام پیش کرو اور سارے مل کر لاؤ جس میں یہ فصاحت و بلاغت بھی ہو جس میں پوری انسانی تہذیب بھی ہو جس میں سیاست وحکومت کی راہنمائی بھی ہو جس میں معاشرت اور تجارت بھی ہو۔ خاندانی تعلقات سے بحث بھی ہو اور دوستی دشمنی کا معیار بھی۔ قرآن کریم نے وسیع مضامین چند لفظوں میں سمو دیئے ہیں اور پھر الفاظ کی بندش اور عبارات کی روانی۔ اس سے بہتر کی بات ہی چھوڑ دو تم اس طرح کا اور اس کے مقابل کا کلام ہی پیش کرو، اور اللہ کے سوا جس کو چاہو مدد کیلئے بلا لو لیکن یاد رکھو کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کی نظیر پیش نہ کر سکے جو یقیناً پیش نہ کر سکے گی تو یہ کلام الٰہی ہے، اگر کسی انسانی ذہن نے اسے جمع کیا ہوتا تو یقیناً دنیا کے اور انسان بھی اس کا مقابلہ کرتے۔ ممکن ہے اس جیسا یا اس سے بہتر مضمون کہہ لیتے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے کہ تخلیق باری اور صنعت انسانی میں بہت بڑا فرق ہے۔ انسان جیٹ طیارے تو بنا سکتا ہے مگر مکھی نہیں بنا سکتا۔ وہ اللہ ہی پیدا کر سکتا ہے بلکہ گھاس کا ایک تنکا قدرتی طور پر اگ سکتا ہے کوئی مشین ان خصوصیات کا حامل نہیں بنا سکتی جب صنعت میں یہ فرق ہے تو قرآن کریم تو اوصاف باری میں سے ہے اور اللہ کا ذاتی کلام ہے غیر مخلوق ہے کہ جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی جملہ صفات بھی قدیم ہیں اس کے مقابلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الیکشن 2013ء ۔۔۔ اصل بات یہ ہے!

نگران اور سابقہ حکومت کی مسلسل یقین دہانیوں کے باوجود الیکشن 2013ء کا انعقاد ایک سوالیہ نشان تھا لیکن یومِ شہداء کے موقع پر سالارِ اعظم افواجِ پاکستان نے جب دوٹوک الفاظ میں بروقت الیکشن کی بات کی تو اس کے ساتھ ہی تذبذب کے بادل چھٹ گئے۔ اس بیان سے صرف چند روز قبل پی ایم اے کاکول میں پاسنگ آؤٹ پریڈ کے موقع پر افواجِ پاکستان کے تشخص اور کردار کے بارے میں ایک اہم پالیسی بیان بھی دیا تھا جو وقتی طور پر الیکشن کے گرد و غبار کی نذر ہو گیا لیکن اپنی مستقل اہمیت کی بنا پر اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنرل صاحب نے افواجِ پاکستان کو براہِ راست اور پاکستانی قوم کو بالواسطہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

''یاد رہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور اسلام کو پاکستان سے کبھی بھی جدا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسلام ہی ہمارے باہمی اتحاد کی طاقت ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام تر مشکلات کے باوجود افواجِ پاکستان قائدِ اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے تخیل اور ہماری اجتماعی خواہش کے مطابق حقیقی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے اپنی بہترین کوششیں بروئے کار لاتی رہے گی۔۔۔۔۔۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بطور ایک قوم ہماری ثابت قدمی اور نظریہ پاکستان سے وابستگی ہماری کامیابی کی ضمانت ہوگی۔''

یہ بھی ایک طرفہ تماشا ہے کہ الیکشن کمیشن نے کچھ ہی عرصہ قبل مذہب کو انتخابات سے بے دخل قرار دے دیا تھا یعنی کوئی پارٹی اپنی ترجیحات میں مذہب کا تذکرہ نہیں کر سکتی گویا یہ نہیں کہہ سکتی کہ دستورِ پاکستان میں قرآن و سنت کے عملی نفاذ کے بارے میں جس عزم کا اظہار ہے وہ اس کے لئے بھی کوئی پروگرام رکھتی ہے۔ الیکشن میں مذہب کا نام تو جرم ٹھہرا لیکن اس کے برعکس چند پارٹیاں اپنی باہمی دشمنیوں کے باوجود اس بات پر یک زبان ہو گئیں کہ انہیں ''لبرل'' ہونے کی وجہ سے دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ نشانہ تو مساجد بھی ہیں اور خانقاہیں بھی لیکن یہاں لبرل ازم باہمی اکٹھ کی بنیاد ٹھہرا۔ پاکستان میں خود کو ''سیکولر'' کہنا مشکل ہے جس کے لئے ''لبرل ازم'' ایک شوگر کوٹڈ اصطلاح ہے۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف لادینیت کا پہلا نعرہ ''کمیونزم'' تھا جو چل نہ سکا تو اس کی کڑواہٹ کم کرنے کے لئے ''سوشلزم'' کا نعرہ لگا لیکن یہ بھی ناکام ہوا تو ''لبرل ازم'' کی بظاہر بے ضرر اصطلاح کا سہارا لیا گیا ہے جو لادینیت سے الگ کوئی چیز نہیں۔ لبرل ازم کا فطری ردِعمل انتہا پسندی نہیں بلکہ ''اینٹی سیکولر'' ہے یعنی اسلام پسند۔

ترکی میں سیکولر اور اینٹی سیکولر کے درمیان کشمکش کا زمانہ ایک صدی پر محیط ہے اور اس طوالت کی وجہ ان کی افواج کا سیکولر تشخص ہے۔ سیکولر ازم کے خلاف قریباً نصف صدی قبل اٹھنے والی پہلی آواز عدنان میندریس کی تھی جسے خاموش کر دیا گیا لیکن اب ترک افواج اپنے سیکولر تشخص کے باوجود خاموش ہیں جبکہ زمامِ اقتدار اینٹی سیکولر عناصر کے ہاتھ میں ہے۔ الحمد للہ! افواجِ پاکستان کے اسلامی تشخص کا اعلان خود سپہ سالارِ اعظم نے کیا اور یہی حال پاکستانی قوم کا بھی ہے۔ یہاں 2 مئی روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے ایک سروے کا ذکر بھی مناسب ہوگا جس کے مطابق ایک امریکی ریسرچ سنٹر نے پاکستان کے 84 فیصد عوام کو نفاذِ شریعت کا خواہاں قرار دیا ہے۔

دین پاکستان کا مقدر ہے اور انشاء اللہ نافذ ہو کر رہے گا۔ پاکستان میں بھاری اکثریت سے منتخب ہونے والی سب سے بڑی پارٹی پر واضح ہونا چاہیئے کہ اس پر دینی تو نہیں لیکن ''اسلام پسند'' ہونے کا الزام تو ہے! یہی الزام اس کی فقید المثال کامیابی کا سبب بھی ہے جس کے لئے اُن ووٹرز کا ٹرن آؤٹ قابلِ تحسین ہے جو ماضی میں انتخابی عمل سے لاتعلق رہے لیکن اس مرتبہ ''لبرل ازم'' کے خلاف ووٹ کا درست استعمال ان کی مجبوری تھا۔ سالارِ اعظم افواجِ پاکستان نے اسلام کو پاکستان کے اتحاد اور بقا کی ضمانت اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کو افواجِ پاکستان کا فریضہ قرار دیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ افواجِ پاکستان کی اس اخلاقی حمایت اور تعاون کے پس منظر میں برسرِ اقتدار آنے والے عوامی نمائندے پاکستان کو ایک مثالی اور فلاحی اسلامی ریاست بنانے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مہلت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر	نشان منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاعِ فقیر	آس جزیرہ
	دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

پھر آئی بہاراں ذرا مجنوں کو صدا دو
بے تاب ہیں پروانے کوئی شمع جلا دو

پھر بزم میں ہوں گے یہاں عشاق کے چرچے
غیروں کے طلبگار کو محفل سے اٹھا دو

آؤ کہ دریار سے آتی ہیں صدائیں
گر وصل کے طالب ہو تو مقتل کو سجا دو

جو خون ابلتا ہے رگ جان کے اندر
اس خون کو محبوب کے قدموں پہ لٹادو

کٹ جاؤ مگر پاؤں میں لغزش نہیں آئے
جاں ہار کے پھر قوم کی قسمت کو جگا دو

کٹتا ہے گلو مسلم مظلوم کا ہر جا
اترو سر میدان یہ سب ظلم مٹادو

بارود کے اس ڈھیر پہ ہے کفر کی سرکار
ایماں کے شرارے سے اسے شعلہ دکھا دو

اس کی مٹی پہ کرو دین کو نافذ
یوں نام محمد ﷺ سے گلستان سجادو

سیماب ہیں اس بات کے یہ دونوں سلیقے
عظمت یا شہادت ہی سے منزل کا پتا دو

"کونسی ایسی بات ہوئی ہے" سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1۔ بدکار کی برائی کی نحوست کو اللہ کریم مصیبت بنا کر اس پر نازل کر دیتا ہے اسے دوسروں کو الزام نہیں دینا چاہیے۔

2۔ جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے کائنات بنا دی اور اسے نیک لوگوں کے سپرد کر دیا۔ ہم نیکوں کی خدمت کریں گے تو نیک ہمارے کام کرتے رہیں گے۔ یہ شرک ہے۔

3۔ برکت من جانب اللہ ہوتی ہے تو یہ کہنا کہ آپ کی توجہ سے میرا کام ہو گیا ایسا کہنا نہ صرف جائز نہیں بلکہ شرک ہے ہاں نیک لوگوں کے ساتھ رہنے سے برکت نصیب ہوتی ہے اور وہ برکت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

4۔ شیخ دعا کر سکتا ہے۔ دعا کیلئے اللہ کا دروازہ کھلا ہے لیکن اللہ کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ شیخ کی توجہ سے میرے بیٹے کو صحت مل گئی یا مجھے گھر مل گیا۔ یہ شرک ہے۔ بندہ ایمان سے جاتا رہتا ہے۔

5۔ توجہ وہ ہے جو شیخ ارادتاً کرتا ہے۔ اور ارادتاً شیخ صرف ایک کام کر سکتا ہے کہ جو کیفیات اس کے پاس ہیں وہ طالبوں کے قلوب میں منتقل کر دے۔

6۔ شیخ کی توجہ بارش کی مانند ہے، ہر زمین پر یکساں برستی ہے جو زمین زرخیز ہو وہاں کھیتیاں اگتی ہیں کلر والی زمین پر بارش کے بعد زیادہ کلر نکل آتا ہے۔

7۔ توجہ کا اثر یہ نہیں ہوتا کہ وہ کلر کو مٹا دے بلکہ اس کلر کو، اس نے مٹانا ہے جس کی زمین ہے۔ اسے توبہ مٹائے گی ہاں توبہ کرنے میں توجہ معاون بن جاتی ہے اور بندے کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔

8۔ اللہ کریم جس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں یا جس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اسے گناہوں سے نفرت اور نیکی سے رغبت ہو جاتی ہے۔

9۔ جس کام سے سابقہ پڑتا ہے اس کا علم جاننا فرض ہو جاتا ہے۔

10۔ ہر طبقے اور ہر قوم، ہر شہر اور ہر قریے سے کچھ لوگ ایسے ہوں جو دین کا علم حاصل کرنے کیلئے نکلیں، یہ بھی جہاد ہے۔

11۔ بندہ تادم واپسیں اطاعت کرنے کا مکلف ہے۔

12۔ ایک لمحے کا ذکر زندگی سنوار دیتا ہے۔ نیک صحبت میں دل ایسے بدلتا ہے کہ آتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے۔ جاتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

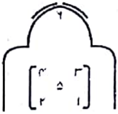

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

اتوار 5 مئی 2013ء

بیان ماہانہ اجتماع

حاصل حیات - ذکر دوام

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (الاعراف:205)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ۔

ارشاد باری ہے وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ اپنے پروردگار کا ذکر کیا کریں۔ اپنے پروردگار کو یاد کیا کریں۔ کیسے ذکر کیا جائے؟ کون سا ذاتی یا صفاتی نام ہے جس کا ذکر کیا جائے؟ اس کی تعیین سورۃ مزمل میں فرما دی وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ (المزمل:8) اپنے پروردگار کے ذاتی نام کا ذکر کیا کیجئے۔ ذاتی نام صرف ایک ہے "اللہ" باقی سب نام صفاتی ہیں۔ ساتھی پوچھتے بھی ہیں سوال بھی کرتے ہیں ای میلز بھی آتی ہیں۔ کہ اسم اعظم کیا ہے؟ ایک ای میل تھی کہ مجھے کسی نے بتایا ہے کہ "یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ" اسم اعظم ہے۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ سب سے بڑی ذات اللہ ہے، واحد ہے لاشریک۔ اور سب سے بڑا نام اس کا ذاتی نام ہے۔ آپ نے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لکھا ہے، "یَاحَیُّ" بھی ایک صفاتی نام ہے، "قَیُّوْمُ" بھی ایک صفت ہے۔ ہر صفاتی نام میں ایک ایک صفت مذکور ہوتی ہے۔ ذاتی نام سب کو جامع ہے۔ سب سے بڑا اللہ ہے اور اسم اعظم اس کا اسم ذات اللہ ہے اور حیرت لوگوں کو یہ ہوتی ہے کہ اس نام کے لینے سے پھر کچھ کرامات کیوں نہیں ہوتیں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ کرامات انسان کی منزل نہیں ہیں اس کی ضرورت نہیں ہیں۔ اور کرامات بندے سے صادر نہیں ہوتیں۔ کرامت اللہ کا فعل ہوتا ہے جہاں ضروری ہوتا ہے وہ صادر کر دیتا ہے۔ معجزہ نبیؑ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے لیکن فعل اللہ کا ہوتا ہے صادر نبیؑ کے ہاتھ پر ہوتا ہے اسے معجزہ کہتے ہیں۔ نبیؑ کے کامل متبعین سے کرامت کا صدور ہوتا ہے لیکن وہ بھی فعل اللہ کا ہوتا ہے۔ نبیؑ کا تعلق براہ راست ہوتا ہے، امتی کا تعلق نبیؑ کے وسیلے اور واسطے سے ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی ایسی بات جو عقل کو عاجز کر دے اور وہ ولی اللہ کے ہاتھ پر صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ نبیؑ کے ہاتھ پر صادر ہو تو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔ تو میاں کرامات کیلئے بندے کے اندر وہ استعداد چاہئے وہ کیفیات چاہئیں، تو اسم اعظم اللہ ہی کا نام ہے۔

فرمایا بندے کا تعلق اللہ سے کیا ہوگا؟ تعلق کیلئے جاننا شرط ہے جاننے کے کچھ ضوابط ہیں کہ اس کا قد کاٹھ کیا ہے، شکل وصورت کیا ہے؟ اس کا مزاج کیسا ہے؟ وہ بات کیسے کرتا ہے؟ وہ خوش کس بات پر ہوتا ہے، خفا کس بات پر ہو جاتا ہے، لباس اس کا کیسا ہے؟ کن لوگوں سے ملنا چاہتا ہے، کس بات کو سننا چاہتا ہے؟ اب یہ باتیں اس ذات باری کے بارے انسان کیسے بیان کرے۔ انسان میں جتنے کمالات ہیں سب مخلوق ہیں۔ حواس خمسہ مخلوق ہیں، دماغ اور شعور مخلوق ہیں۔ دائرہ خلق کے اندر جو چیز آئے گی وہ بھی مخلوق ہو گی۔ اللہ خالق ہے۔ دائرہ خلق کے اندر نہیں سماتا۔ تو جب ہمارے علم وشعور کے دائرے کے اندر ہی وہ نہیں آتا تو ہم اسے جانیں گے کیسے؟ ہمارا جاننا

صرف یہ ہے کہ نبی ﷺ پر ایمان لے آئیں اور آپ کے اتباع سے ایک کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جسے بندہ بیان نہیں کرسکتا۔

کیفیات بیان نہیں ہوتیں، کیفیات کیلئے واضع نے کوئی لفظ وضع ہی نہیں کیا۔ کیفیات محسوس کی جاتی ہیں بیان نہیں کی جاتیں۔ تو ایک کیفیت آجاتی ہے کہ اللہ ہے، وہ عظیم ہے، وہ کارساز ہے، وہ لاشریک ہے، وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ یہ ایک کیفی معاملہ ہے، جسے یہ معرفت حاصل ہے وہ بھی آپ کو کسی پیراگراف میں لکھ کرنہیں دے سکتا۔

اس کے حصول کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا! وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ، وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اپنے پروردگار کا ذکر کر۔ کیسے کروں یا اللہ؟ فِيْ نَفْسِكَ اپنے دل کے اندر۔ اپنے دل کو ذاکر کر، دل کے اندر ذکر کر، کس طرح سے بار الہا تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ ایک تو اس میں عاجزی ہو۔ تضرع ہو، اس میں خوف ہو عظمت الٰہی کا احساس ہو بے باکی سے نہ کر۔ یہ دیکھ کہ تیری حیثیت کیا ہے اور وہ تیرا خالق ہے، تو ایک ذرہ بے مقدار ہے۔ اس کی عظمت کا ادراک کر، خلوص سے کر۔ تَضَرُّعًا نہایت عاجزی سے، نہایت خلوص دل سے۔ خِيفَةً اس کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے۔ وَ دُوْنَ الْجَهْرِ شور نہ کر، جہر کے بغیر کر، آواز کے بغیر کر، زبان تو بند ہوگئی۔ کتنا کروں؟ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ۔ عربی کے اس ارشاد کا معنی اگر آپ انگریزی میں کریں تو ہوگا Round the clock یعنی ہمہ وقت بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ انگریزی میں کہتے ہیں Round the clock، یعنی ہمہ وقت، ہر وقت کر۔ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ غافلوں میں سے مت ہوجانا۔ یعنی کوئی لمحہ ایسا نہ آئے کہ عظمت الٰہی تیری آنکھوں سے تیرے ادراک سے اوجھل ہوجائے۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے بڑا عجیب لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "غفلت" غفلت عمر بھر کی بھی ہوسکتی ہے، زندگی بھر بندہ محروم رہ سکتا ہے۔ غفلت کچھ برسوں کی بھی ہوسکتی ہے۔ غفلت مہینوں کی بھی ہوسکتی ہے، دنوں کی بھی ہوسکتی ہے اور غفلت ایک لمحے کی بھی ہوسکتی ہے۔

وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ تیری زندگی کا کوئی لمحہ اس کی یاد سے خالی نہ ہوگا۔ جو لمحہ یاد سے خالی ہوگا وہ غفلت میں چلا جائے گا۔ اور اللہ کریم منع فرما رہے ہیں کہ غافلوں میں سے نہ ہونا۔ حق یہ ہے کہ پورا دین ہمیں حضور ﷺ سے ملا۔ قرآن کے الفاظ بھی ہم نے نبی ﷺ سے حاصل کیے۔ آپ ﷺ نے بتایا یہ قرآن ہے یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کی جو تفسیر و تشریح حضور ﷺ نے فرمائی وہ حدیث ہے۔ اس کی تعیین حضور ﷺ نے فرمائی یہ میری بات ہے یہ اللہ کے کلام کی شرح ہے۔ تو نبیؐ میں، نور نبوت میں وہ طاقت ہوتی ہے کہ جو نبیؐ سے وابستہ ہوتا ہے، ایمان لاتا ہے، اتباع اختیار کرتا ہے تو ایک کیفیت قلب اطہر ﷺ سے اس کے دل میں آجاتی ہے جو اسے شرف صحابیت سے سرفراز کردیتی ہے۔ صحابیت کا لفظی معنی تو صحبت یافتہ ہے لیکن دیکھیں صحبت کس کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی۔ اور ایک نگاہ صحابیؓ بنانے کیلئے کافی ہے۔ روئے زمین پر جتنے انسان ہیں اگر وہ سب ولی ہوجائیں، ان کے بہت اعلیٰ مدارج ہوجائیں، ان سب مدارج کا ایک مینار بنایا جائے تو وہ تبع تابعین کے قدموں تک جائے گا۔ تبع تابعین کی عظمتیں تابعین تک جائیں گی۔ تابعین کی عظمتیں صحابیؓ کے قدم کو جا کر چھوئیں گی۔ اور یہ انتہائی منزل پانے کیلئے نور ایمان کے ساتھ اللہ کے نبی کی ایک نگاہ کافی تھی۔ جن کی عمریں بسر ہوئیں انہوں نے کیا پایا وہ جانیں، اور جو قیامت تک پہلو میں سو رہے ہیں انہوں نے کیا پایا وہ جانیں ان کا رب جانے۔ ماوشا کسی صحابیؓ، تابعیؒ، تبع تابعیؒ پر زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرسکتے یہ بات ہمارے ادراک ہمارے شعور سے باہر ہے۔ سو جب یہ ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ یہ نور نبوت کی برکات ہیں۔ لہٰذا بنیادی شرط ٹھہری کہ اتباع نبوت ہوگا تو یہ نصیب ہوگی۔ اور اتباع نبوت میں سرفہرست رزق حلال آتا ہے۔

حلال کھاؤ، نیک کام کرو۔ قرآن نے شرط اور جزا بتادی ہے۔ شرط یہ ہے کہ رزق حلال کھاؤ، جزا یہ ہے کہ تمہیں نیک عمل کی توفیق ہو

گی۔ اب یہ ایک جملہ انسان کی ساری زندگی کیلئے کافی ہے۔ کہیں ملازمت کرتا ہے تو دیانت داری سے کرے گا تو اس کی تنخواہ حلال ہوگی۔ مزدوری کرتا ہے تو مزدوری دیانت امانت سے کرتا ہے تو رزق حلال ہوگا۔ کاشت کاری کرتا ہے، خرید وفروخت کرتا ہے۔ چار ہی تو ذرائع ہیں رزق حلال کے، مزدوری، کاشتکاری، ملازمت اور تجارت۔ یہ رزق حلال کے چار معروف ذرائع ہیں۔ اس کے علاوہ جواء، سٹہ، لاٹری یہ سارے حرام ذرائع ہیں ان کا کوئی شرعی جواز نہیں۔

الحمدللہ! یہ قید نہیں لگائی کہ کھاؤ نہیں، سوؤ نہیں، آرام نہ کرو، کام نہ کرو، سب کچھ کرو۔ ایک شرط لگا دی، اتباع رسالت میں کرو۔ اخلاق وہ ہوں جو نبی علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔ مزدوری اس طرح کرو جس طرح کرنے کا حکم حضور ﷺ نے دیا ہے۔ کاروبار اس طرح جس طرح کرنے کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔ ایک بازار سے گزرے نبی ﷺ۔ دکان کے باہر گندم کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ موتیوں کی طرح دانے چمک رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان میں دست مبارک ڈالا تو اندر سے کچھ تراوت محسوس ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے دکاندار صحابیؓ سے فرمایا یہ گندم تو مجھے اندر سے ذرا ترسی نظر آتی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ! اس لیے کہ جب گندم صاف کرتے ہیں کھلیانوں میں تو باریک مٹی شامل ہو جاتی ہے۔ اسے ایک دفعہ پانی سے گزارا جاتا ہے تاکہ وہ خاک پانی میں حل ہو کر نکل جائے اور صاف ہو جائے۔ تو فرمایا تو ایسا کرو اسے سکھا کر بیچو یا خریدار کو بتانا کہ اندر سے اس میں ذرا تراوت اور نمی ہے۔ یہ ہے حضور ﷺ کی تربیت۔ جب حلال کھاؤ گے تو عمل صالح کی توفیق ہوگی۔ اعمال صالح کرو گے تو نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے نسبت مضبوط ہوگی۔ اور نسبت مضبوط ہوگی تو ذکر الٰہی کی توفیق ملے گی چونکہ یہ از قسم ثمرات ہے۔ یہ پھل لگتا ہے اعمال پر کہ اللہ کی یاد کی توفیق ہو جاتی ہے۔

یاد رکھو! اگر عقل انسانی اللہ کو پا سکتا تو پھر یہ بڑے کیمیاگر، اور سائنسدان طبیب، افلاطون وغیرہ جو ہوئے ہیں یہ بتاتے کہ اللہ کون ہے، اللہ کیسا ہے۔ نبی کی ضرورت نہ رہتی۔ کیونکہ عقلی امور میں تو یہ کہیں پہنچے ہوئے لوگ تھے۔

لیکن جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

بڑے بڑے دانشور موجود تھے لیکن بتایا نبی ﷺ نے۔ بتادیا کہ اللہ ہے، اور اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اللہ تم سے کیا چاہتا ہے، اللہ کے تم پر کیا کیا احسانات ہیں۔ یہ ذکر جب نصیب ہوتا ہے تو اللہ کے کرم سے جب بندے کے دل میں طلب پیدا ہوتی ہے تو اللہ اسے ایسے لوگوں کے پاس پہنچانے کا انتظام فرما دیتے ہیں جہاں اسے یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ تو برکات نبوت کا پرتو جب دل میں آتا ہے دل ذاکر ہوتا ہے۔ پھر دوسرے لطیفے پر روح ذاکر ہوتی ہے۔ علیٰ ھذا ساتویں لطیفے کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ لفظ اللہ دل میں جاتا ہے اور ھو کا شعلہ ہر بن مو سے نکل جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے سارا وجود ذاکر ہو جاتا ہے۔ اب وجود جو ہے اس میں دس کھرب سیل ہیں ہر انسانی وجود میں کسی کا قد بڑا ہے تو اس کے سیل بڑے ہیں۔ کسی کا قد چھوٹا ہے تو اس کے سیلوں کا سائز چھوٹا ہے لیکن ہر وجود میں دس کھرب سیل ہیں۔ انسانی آبادی روئے زمین پر چھ ارب کے قریب ہے۔ سو ارب کا ایک کھرب بنتا ہے انسان کے اندر جو آبادی ہے ایک وجود میں دس کھرب سیل ہیں۔ تو کتنے جہان آباد ہیں۔ لیکن جب سلطان الاذکار نصیب ہوتا ہے تو ہر سیل ذاکر ہو جاتا ہے اور ہر لمحے میں اس وجود سے دس کھرب بار اللہ کا نام بلند ہوتا ہے۔ پھر بھلا بتائیے یہ کام اول کرنے والا ہے یا جب فرصت ملے کر لیں گے؟ اول کرنے کا ہے، اسی لیے فرمایا ہے بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ اسے رات دن جاری رکھ کرنے کا کام ہی یہی ہے۔

وہ کیا حساب لے گا، وہ کیا پوچھیں گے، کس کو انعام دیں گے، کس کو سزا دیں گے؟ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے یہ اس کا کام ہے۔ ہمارا مسئلہ

یہ ہے کہ ہم اس کو دل میں بسالیں۔ اپنی ساری زندگی لگا کر۔ دیانت و امانت سے کام کریں۔ سچ بولیں، اس لیے کہ دل صاف رہے اور اس میں اللہ کی یاد بسی رہے۔ جب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں تو بندہ مر بھی جائے، بندہ بکھر بھی جائے تو سیل بھی بکھرتے ہیں۔ مادے کی کوئی نہ کوئی صورت تو باقی رہتی ہے۔ ہوا میں تحلیل نہیں ہوتی۔ جہاں جو سیل بھی ہوگا وہ قیامت تک وہاں ذکر کرتا رہے گا۔ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ کسی ایسے فرد سے ملا دے جو یہ نعمت عطا کر دے۔ عہد نبوی میں ہر آنے والا مرد تھا یا عورت، عالم تھا یا ان پڑھ، امیر تھا یا فقیر، ہر بچہ بوڑھا جو حضور ﷺ کے سامنے آیا صحابیؓ ہو گیا۔ شرف صحابیت عطا ہو گیا۔ اب صحابیت میں اپنے اپنے مدارج ہیں۔ سب اچھے ہیں کچھ اچھوں میں بہت اچھے ہیں، کچھ بہت ہی اچھے ہیں، لیکن سب اچھے ہیں۔

الصحابہ کلھم عدول یہ نعمت عام تھی۔ اتنی بڑی نعمت اور اتنی عام۔ وہ کسی نے کہا تھا، من سی پارۂ دل می فروشم، میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں۔ بکشتا قیمتش گفتم نگاہے، اس نے کہا، کس قیمت پر بیچو گے! کہنے لگا، ایک نگاہ پر۔ یعنی حضور ﷺ کی ایک نگاہ پاک میں بندہ صحابیؓ ہو گیا۔ اگر حضور ﷺ کی نگاہ اس کی طرف نہیں اٹھی تو اس کی نگاہ اگر حضور ﷺ کے وجود اطہر پر پڑ گئی پھر بھی صحابیؓ ہو گیا۔ بکشتا قیمتش، گفتم نگاہے۔

بکشتا کمترش، کہنے لگا بھئی جب بیچ ہی رہے ہو تو سودا ہوتا ہے اس میں گھٹایا بڑھایا جاتا ہے جو قیمت مانگو وہ تو نہیں ملتی۔ بکشتا کمترش، گفتم کہ گاہے، زندگی میں کوئی نگاہ سہی۔ کبھی ایک نگاہ سہی۔ جسے زندگی میں ایک نگاہ نصیب ہوئی اس کا تو ذرہ ذرہ ذاکر ہو گیا۔ یہ نعمت تو پانے کی ہے۔ اللہ توفیق دیں، اللہ شعور دیں۔ انسان جب اپنی نظر سے دیکھتا ہے، تو ہم کتنی چیزیں پسند کرتے ہیں دیکھنے میں بھی اچھی لگتی ہیں۔ پھر چکھتے ہیں Taste بھی اچھا لگتا ہے۔ کھاتے ہیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ میں نے یہ نہ کھایا ہوتا۔ ہماری اہلیت، ہماری نظر، ہمارا شعور اور ہمارے چکھنے کی قوت کتنی قابل اعتبار ہے؟ کیا بھلا ہے، اور کس میں نقصان ہے یہ حتمی بات اللہ کا رسول ﷺ بتاتا ہے۔ اللہ اپنے نبیؐ کو بتاتا ہے، اللہ کا نبیؐ امت کو بتاتا ہے، جس عقل پر، جس دانش پر، جن حواس خمسہ پر ہمیں ناز ہے وہ تو ہمیں دھوکہ دے جاتے ہیں۔ ہم سرمایہ لگاتے ہیں اس میں سے بڑی آمدن ہو گی جو اصل تھا وہ بھی وہ ڈوب جاتا ہے۔ لیکن یہ سودا جو نگاہوں کا ہے اس میں نقصان نہیں، فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اس راہ میں کچھ چھوڑنا بھی جائے، تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ وہ عہد زریں تھا جو آیا صحابیؓ ہو گیا۔ پھر یہ نعمت عام رہی صحابہؓ کے عہد میں۔ کسی صحابیؓ کی خدمت میں جو مومن بندہ، مرد عورت پہنچا وہ تابعی ہو گیا۔ کوئی پابندی نہیں تھی کتنا پڑھا لکھا ہو۔ کتنا نہ ہو۔ تابعین کے عہد میں بھی یہ نعمت عام رہی جو ان کی خدمت میں پہنچا، تبع تابعی ہو گیا۔ اسی لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔ بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے ساتھ، پھر اس کے ساتھ۔ صحابہؓ اور تابعین کا زمانہ۔ جب چوتھا دور آیا تبع تابعین کا تو نہ دینے والوں میں وہ قوت رہی جو پہلوں میں تھی، اور نہ لینے والوں میں وہ استعداد رہی جو پہلوں میں تھی۔ نبی ﷺ کی خدمت میں جو جاتا تھا اس کیلئے ضروری نہیں تھا کہ اس میں استعداد بھی ہو۔ وہ استعداد بھی اسے مل جاتی تھی اور نعمت بھی مل جاتی تھی۔

تو ہی نادان چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

اس بارگاہ میں تو استعداد بھی مل جاتی تھی اور نعمت بھی مل جاتی تھی۔ مرور زمانہ سے وہ استعداد نہ رہی۔ لوگ پھسل گئے، لوگ بٹ گئے۔ اپنی عقل درمیان میں در آئی، مروایا تو ہمیں ہماری اس اپنی عقل نے ہے۔ اس نے موشگافیاں کیں۔ اس نے بدن کی سہولت کیلئے چور دروازے تلاش کیے۔ اس نے دولت جمع کرنے کیلئے چور دروازے بنائے۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا کہلوانے کیلئے چور دروازے بنائے۔ اور یہ ہماری تباہی کا

سبب بن گئے۔ ہم فرقوں میں بٹ گئے۔ ہم طبقوں میں بٹ گئے۔ ہم مختلف ٹولیوں میں بٹ کر بکھر گئے۔ لیکن اللہ کے بندوں نے عمریں لگا کر یہ نعمت قائم رکھی۔ یہ اللہ کی امانت تھی اور یہ قیامت تک رہے گی۔ نبی ﷺ سے عرض کیا گیا، یارسول اللہ قیامت کب قائم ہوگی؟ فرمایا حتیٰ لا یقال اللہ اللہ او کما قال رسول اللہ ﷺ جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا قیامت قائم ہوجائے گی۔ دنیا کی زندگی کا سبب ذکر الٰہی ہے اور یہ انتہائی اہم، اتنی قیمتی نعمت ہے اتنی ہی ذمہ داری ہے۔

تبع تابعین سے لے کر دور حاضرہ تک، یہ نعمت جاری رہی، اللہ کے بندوں نے ہزاروں میل سفر کر کے پیدل، کسی شیخ کا سنا تو وہاں جا کر یہ نعمتیں حاصل کیں۔ ہزاروں میل، اپنے گھر چھوڑ کر، حضرت علی ہجویریؒ کہاں سے چلے اور کہاں آ کر اللہ اللہ کیلئے ڈیرہ لگایا۔

ایک نہیں سارے اولیاء اللہ اسی راہ پر چلے۔ حضرت معین الدین اجمیریؒ کہاں سے چلے اور کہاں جا کر اجمیر کو آباد کیا، عمریں لگا کر کہیں اس نعمت کو پہنچانے پہنچے، کہیں اسے حاصل کرنے پہنچے، یہ چلتا رہا لیکن وہ مزہ نہ رہا جو خیر القرون میں تھا کہ ہر آنے والے کو عطا کی جائے۔ یہ مزہ نہ رہا۔ قائم تو رہی قائم تو اسے رہنا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کریم کا وعدہ ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:9) ہم نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے، اس کی حفاظت بھی ہم فرمائیں گے۔ قرآن کی حفاظت کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن لوح میں محفوظ ہے۔ لوح محفوظ میں تو ویسے ہی محفوظ ہے۔ آسمانوں پر تو ویسے ہی محفوظ ہے۔ زمین پر محفوظ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والے ہوں گے۔ قرآن لکھنے والے ہوں گے۔ قرآن سمجھنے والے ہوں گے۔ قرآن پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ تب قرآن زمین پر باقی رہے گا تو گویا ان سب طبقوں کو حفاظت الٰہیہ نصیب ہے اور انہیں کوئی مٹا نہیں سکتا یہ قیامت تک رہیں گے جب یہ مٹ جائیں گے دنیا مٹ جائے گی۔

یہ تو اللہ کا احسان ہے۔ تبع تابعین کے بعد پھر خاص خاص لوگوں میں اسے، اور صدیوں بعد، صدیوں بعد، یہ تاریخی حقیقت ہے۔ شیخ سے عقیدت اپنی جگہ اور جو عقیدت طالب کو شیخ سے ہوتی ہے اسے کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا جب تک اسے کوئی اپنا حقیقی شیخ مل نہ جائے۔ اسے سمجھایا نہیں جا سکتا۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفان نہیں ہوتا

یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اللہ نے ہمیں صدیوں بعد وہ عظیم شیخ عطا فرمایا جس نے صدیوں بعد وہ سنت زندہ کردی۔ ہر آنے والے، مرد، خاتون، بچے، بوڑھے کو اللہ اللہ سکھا دی۔ جو آئے اس کا قلب ذاکر ہوجائے یہ وہ سنت ہے جو چودہ سو سال بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندہ فرمائی، یہ صرف میری عقیدت نہیں بول رہی۔ یہ تاریخ ہے، history ہے۔ اس نعمت کو اللہ کریم نے باقی رکھنا ہے یہ اس کا کرم ہے اس کیلئے اس نے حضرتؒ کی ذات کو منتخب فرمایا یہ اس کا کرم ہے۔ ہم جیسے نالائق، میرے جیسے بندے اور منبر رسول؟ میرے جیسے بندے اور ذکر الٰہی؟ کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ!!

تو میرے بھائی حاصل حیات، روزی کمانا زندگی کی ضرورت ہے زندگی کا حاصل نہیں ہے۔ لوگوں نے اسے زندگی کا حاصل اور مقصد سمجھ لیا ہے اسی لیے ہم گمراہ ہوگئے ہیں۔ یہ زندہ رہنے کیلئے ضرورت ہے۔ آپ اچھا کھانا کھالیں یا روکھی روٹی کھالیں، زندگی باقی رہتی ہے، موت نہیں آتی، حاصل زندگی نہ لباس پہننا ہے، نہ اچھا کھانا، نہ دولتمند ہونا، نہ وزیر اعظم ہونا ہے۔ حاصل حیات ہے ذکر دوام کا نصیب ہونا۔ باقی زندگی کو قائم رکھنے کی ضرورتیں ہیں اور زندگی اس لیے ہے کہ ہم اللہ سے واصل ہوجائیں۔ اللہ کا ذکر کرلیں۔ اللہ کی یاد کو ہم انگ انگ میں بسالیں۔ تو میرے بھائی میری گزارش یہ ہے کہ ذکر کو وہ اہمیت دیجئے جس کا یہ مستحق ہے۔ زندگی میں ہم جتنے کام کرتے ہیں ان میں سب سے

اول ذکر الٰہی ہے۔ "ہتھ کار وَل، دل یار وَل" ہاتھ کام کرتے رہیں، دل اللہ اللہ کرتا رہے۔ وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ فرمایا مجھے بھول نہ جانا، یہ غلطی نہ کرنا۔ اسی لیے صوفیاء کہتے ہیں، "جو دم غافل سو دم کافر" یار اتنا بڑا فتویٰ لگا دیا؟ کفر ہوتا ہے ناشکری، جس دم میں یادِ الٰہی نہیں ناشکری تو ہے۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کی قیمت وقدر کو سمجھنے کی توفیق دیں۔ اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق دیں۔

ایک بات جو آج کی ضرورت ہے اور میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اسے میں اب تاکیداً عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وطن عزیز میں الیکشن ہو رہے ہیں۔ بہت سی پارٹیاں ہیں۔ ہر دوسرا بندہ دس بندے اکٹھے کرکے پارٹی بنا لیتا ہے۔ جب الیکشن کا زمانہ آتا ہے تو پارٹیوں کے منشور بنتے ہیں۔ یہ ہاتھی کے دانت ہوتے ہیں جب الیکشن گزر جاتے ہیں تو یہ بھی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیے جاتے ہیں۔ اگرچہ میں کئی بار بتا چکا ہوں ساتھی پھر پوچھتے ہیں۔ رات بھی ایک ای میل تھی تو سب تک پہنچا دیجیے کہ آپ پارٹیوں کو چھوڑیں۔ پارٹیوں کو دعوے کرنے دیں، آپ کے اپنے حلقے میں جو لوگ الیکشن کیلئے کھڑے ہیں ان میں جو شریف آدمی ہے جو نیک ہے اس کو ووٹ دیں۔ اگر نیک نہیں ہے تو جو ان میں جو کم برا ہے اسے ووٹ دیں۔ دس بندے کھڑے ہیں، دس ہی برے ہیں، تو جو کم برا ہے اسے دیں، اگر برائی ہی سے واسطہ پڑ جائے تو پھر کم تر برائی کو اختیار کرنا ہے۔ پارٹیوں سے آگے نکل جائیں، چھوڑیں پارٹیوں کو پارٹیاں دعوے کرتی ہیں۔ ایک انسان جس کو یہ پتہ نہیں کہ اس کی اگلی سانس آئے گی یا نہیں وہ کیسے بتا سکتا ہے میں یہ کر دوں گا میں وہ کر دوں گا۔ یہ سارے دعوے ہوتے ہیں، دھوکہ دینے کیلئے ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں سیاست میں کوئی حرف آخر نہیں ہوتا، گویا سیاست سارا ہی جھوٹ ہوتی ہے۔ یہ ہمارے ہاں ہی مروج ہے۔ تو ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی دیکھو کتنے لوگ ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر کبھی ایک دوسرے کے قاتل بنے ہوئے، کبھی ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ کوئی سمجھ نہیں آتی، ان چیزوں کو پارٹیوں کو، پارٹی کے دعوؤں کو چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ آپ کے حلقے میں جو لوگ کھڑے ہیں ان میں اچھا شریف دیانت دار بندہ کون ہے۔ نیک نہ ہو تو کم از کم برا تو ہو۔ اس بندے کو ووٹ دو۔ اب یہ آپ کی صوابدید پر ہے۔ میری طرف سے یا مرکز کی طرف سے کوئی بندہ آپ کو کوئی رائے دے تو سمجھ لیں وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے کبھی کسی کو کوئی رائے نہیں دی۔ یہ میرا کام نہیں ہے۔ آپ لوگ جس حلقے کے رہنے والے ہیں آپ بہتر جان سکتے ہیں۔ یہاں بیٹھ کر ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ آپ کے حق میں کون بہتر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کم از کم کچھ شریف لوگ تو اسمبلیوں میں جائیں۔ کسی پارٹی کے ذریعے جائیں اس سے ہمیں غرض نہیں ہے لیکن اسمبلیوں میں ٹھگوں اور چوروں کو جمع کرنے کی بجائے کچھ شریف لوگوں کو پہنچانے کی کوشش کیجیے۔ اللہ کریم آپ کو اس کی توفیق دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حاضرین کی طرف سے سوال اور ان کے جواب

س:۔ فیض کیا ہے، اور حصول فیض کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ج:۔ برخوردار یہ جو میں نے اتنا آپ کا وقت لیا ہے، یہی برکات جن کا میں ذکر کر رہا تھا یہ از خود نصیب نہیں ہو سکتیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے سینہ اطہر سے آتی ہیں اور سینہ بسینہ آگے چلتی ہیں۔ توفیض سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم پیر صاحب کے پاس جائیں تو ہمارا ٹرکوں کا ایک کارروان بن جائے۔ ہم پیر صاحب کے پاس جائیں تو دولت کے ڈھیر لگیں۔ فیض سے مراد یہ ہے کہ وہ برکات نبوت دل میں آجائیں جو بارگاہ رسالت ﷺ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے حصول کیلئے شیخ کامل چاہیے اور اس کے ساتھ وابستگی اور اس کی توجہ۔

س:۔ روحانیت تمام مذاہب میں موجود ہے۔ اسلام میں جو روحانیت ہے اور مذاہب باطلہ میں جو روحانیت ہے اس میں کیا فرق ہے؟

ج:۔ علماء حق اور مفسرین کرام یہ لکھتے ہیں کہ جب الانسان کہا جائے اس سے مراد روح ہے یہ وجود جو ہے یہ روح کا آلہ ہے ہتھیار ہے جس سے وہ دنیا کے کام کرتی ہے۔ آپ اسے لباس کہہ لیں لیکن اندر جو روح ہے اصل انسان وہ ہے۔ محض بدن انسان ہوتا تو مرجانے کے بعد بھی اسے انسان ہی کہتے میت نہ کہتے، نعش نہ کہتے۔ والد فوت ہو جائے تو کہتے ہیں بزرگوں کی میت کو اٹھاؤ۔ ایسا کوئی نہیں کہتا میرے باپ کو اٹھاؤ۔ اصل حقیقت انسان کی یہ روح ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ باطل مذاہب بھی زبان سے مان کر نہ دیں لیکن انکار اندر سے وہ بھی نہیں کر سکتے۔ اب اس کے حقائق کو پانے کیلئے ہر کوئی کوشش تو کرتا ہے لیکن باطل مذاہب جتنے بھی ہیں ان میں جو کوششیں کی جاتی ہیں وہ دماغی صلاحیتوں سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور عجائبات کا ظہور کافر سے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی جو چیز آپ آلات کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں وہ کوئی بھی شخص عقل کی مدد سے سمجھ لیتا ہے جیسے Wrestling امریکہ میں ہو رہی ہوتی ہے، ہم یہاں دیکھ لیتے ہیں ٹی وی سے، اب اگر کوئی کافر بھوکا پیاسا رہ کر، فاقے کاٹ کر دل میں وہ صفائی پیدا کر لیتا ہے تو یہاں بیٹھ کر امریکہ کی چیز دیکھ لیتا ہے۔ یہ جو عجائبات عقلی حاصل ہوتے ہیں مذاہب باطلہ اسے روحانیت سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ روحانیت نہیں یہ بدن کے ہی کسی شعبے کے کمالات ہیں۔ روحانیت جو ہوتی ہے وہ نصیب ہوتی ہے نور نبوت سے کہ روح کیا ہے؟ روح کہاں آئی اور روح کو کہاں جانا ہے؟ اور روح کے ساتھ کیا بیتے گی، یہ نصیب ہوتی ہے نور نبوت سے جس کیلئے ایمان شرط ہے پھر وہ جو میں نے عرض کی کہ توجہات نبوی اور برکات نبوی جو آتی ہیں وہ دل میں آئیں تو پھر وہ چیزیں، وہ راز کھلتے ہیں جو عقل سے ماوراء ہیں۔ عقل جتنی بھی کوشش کرے۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف:40) ان کیلئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے۔ مادی چیزوں تک ان کی رسائی ہو سکتی ہے۔ لیکن روح کی رسائی عالم امر تک ہوتی ہے۔

س:۔ سنت خیر الانام حصول علم ہو گا یا مراقبہ؟

ج:۔ حضرت محمد ﷺ انسانیت کے معلم ہیں۔ سنت خیر الانام حصول علم ہو گا یا مراقبہ؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ مراقبہ سب سے بڑی سنت ہے۔ سب سے اہم سنت ہے۔ سنت کے خلاف تو کچھ وصول ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو وہ سنت ہے جو حضور ﷺ بعثت سے پہلے فرماتے تھے اور تین تین مہینے غار حرا میں جا کر مراقب ہو جاتے تھے۔ یہ وہ سنت ہے جو ساری زندگی حضور ﷺ فرماتے تھے ساری ساری رات فرماتے تھے۔ رمضان شریف، آخری عشرہ حضور ﷺ کا مراقبے میں وقت گزرتا تھا۔ اوقات کار میں بھی کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا کہ حضور ﷺ کی توجہ بارگاہ الٰہی سے ہٹ جائے گویا اول و آخر آپ کی حیات مبارکہ ساری ہی مراقبہ ہے مراقبے سے مراد ہے کہ توجہ کر کے، رقبہ گردن کو کہتے ہیں، گردن جھکا کر بیٹھ کر سوچا جاتا ہے تو اس کا نام مراقبہ پڑ گیا۔ مراقبہ سے عموماً اصل مراد یہ ہے کہ تعلق باری پر نظر رکھی جائے کہ جو میں کر رہا ہوں اللہ کے روبرو کر رہا ہوں۔

دنیا دو طرح کی ہے۔ ایک وہ ہے جو ہمیں ظاہری آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ ایک اس کے parallel چل رہی ہے وہ دل کی آنکھ سے اللہ دکھا دے تو نظر آ جاتی ہے، ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ جنہیں اللہ دل کی آنکھیں دیتا ہے وہ اسی مراقبے میں یہ چیزیں دیکھتے ہیں کتاب "الابریز" کا آخری واقعہ جو اس میں انہوں نے لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارا گورنر جو تھا وہ بڑا ظالم تھا لوگ بڑے تنگ تھے۔ تو بادشاہ نے اسے گورنری سے ہٹا دیا۔ تو وہ فرماتے ہیں میں شیخ کے پاس گیا، (شیخ عبد العزیز الدباغ) کتاب الابریز میں سید عبد العزیز دباغؒ کے ارشادات ہیں جو ان کے ایک شاگرد نے جمع کیے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں وہ شاگرد جس نے الابریز جمع کی ہے وہ بھی اپنے وقت کا قطب تھا۔ تو اس نے شیخ سے عرض کی کہ لوگوں کیلئے آسانی ہو گئی کہ گورنر جو ہے اسے بادشاہ نے ہٹا دیا۔ تو انہوں نے اس طرف توجہ کی اور فرمانے لگے، تم کہتے ہو گورنر کو ہٹا دیا لیکن اس کیلئے آخرت میں جو عذاب تیار ہو رہے تھے وہ تو تیار ہو رہے ہیں وہ تو بڑھتے جا

رہے ہیں وہ رکے تو نہیں ہیں۔اب دیکھیں ایک نگاہ یہ تھی جس نے اس ظاہر کو دیکھا۔ایک نگاہ وہ تھی جس نے اس کا دوسرا پہلو دیکھا وہ فرماتے ہیں میں شیخ کی محفل سے اٹھ کر باہر آیا تو پتہ چلا کہ بادشاہ نے اسے بحال کر دیا ہے۔

تو مراقبے سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ ہم صرف اس طرف نہیں دیکھتے اللہ کریم نظر دے تو اس طرف بھی ہمیں اندازہ ہوتا رہتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اللہ کریم عالم اسلام کی خیر فرما۔مسلمانوں کو نیکی پر جمع فرما۔مسلمانوں کو توبہ کی توفیق عطا فرما۔اور ان کی توبہ قبول فرما۔اللہ کریم ہمیں ٹکڑوں میں نہ بانٹ یہ تیرا عذاب ہے۔اس سے ہمیں پناہ میں رکھ۔یا اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ اور اس پر دین کی حکومت قائم فرما۔تو ہر چیز پر قادر ہے۔وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

بقیہ صفحہ نمبر 49 دار العرفان میں قیام کا ضابطہ

یہ اللہ کریم کا انعام ہے اور اس پندرھویں صدی میں یہ سعادت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی کہ وہ سنت جو خیر القرون کی تھی آپ نے زندہ فرمائی۔تو جتنے لمحے ملیں ایک گھنٹہ ملے، پانچ ملیں، پانچ دن ملیں یا سارا چالیس دن آپ رہیں۔ہماری طرف سے پابندی نہیں ہے کوئی سال بھر رہنا چاہتا ہے تو رہے۔ایک پابندی ہے یہاں جب تک رہے گا سارے پروگراموں میں حاضری لازمی ہے۔آخر جو آپ لوگوں کو ذکر کرا رہے ہیں جنہوں نے چالیس روز کرانا ہے یہ بھی انسان ہیں۔یہ تو آپ کے سارے پروگراموں میں حاضر ہوں اور آپ تھک کر چھٹی کر جائیں یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔تو اللہ کریم کی توفیق سے جتنی دیر ادارے میں ہیں اتنی دیر سارے پروگراموں میں حاضری آپ کو لازمی ہے۔آئندہ مجھے کوئی ساتھی ذکر کے دوران باہر گھومتا نظر نہ آئے جو نظر آیا اسے وہیں سے لاری چڑھا دیا جائے گا۔پوری توجہ سے کریں

ایں آں سعادت است کہ حسرت برند برآں
جویان تخت قیصر و ملک سکندری

یہ وہ دولت ہے جو دنیا کی سلطنت بھی نصیب ہو جائے تو اس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔اللہ سب کو نصیب فرمائے لیکن قواعد و ضوابط کی پابندی لازمی اور ضروری ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔فون: 042-35180381

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

اولیاء اللہ کے ساتھ عتاب میں لطف

قولہ تعالیٰ: عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ ج لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (التوبہ:43)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دے دی تھی۔

''اس میں عفو کو شکایت سے پہلے ذکر فرمایا اور حق تعالیٰ کا باطن میں متقبولین کے ساتھ یہی معاملہ ہے کہ عین عتاب میں ان کو اپنا لطف دکھلاتے ہیں تا کہ ان کو وحشت نہ ہو اور اس میں ایسے شخص کے ساتھ خطاب کرنے کا ادب بھی بتلایا گیا ہے جس کی حرمت کی رعایت کی جائے۔''

فرماتے ہیں اس میں ادب سکھایا گیا ہے صوفی کو بھی کہ کسی بھی صاحب مرتبہ، صاحب حیثیت یا بزرگ یا عالم شیخ سے بات کرے تو حد ادب کو ملحوظ رکھے ایک بات۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بزرگانِ دین یا اہل حق پر یا صاحب حال لوگوں پر اللہ کی طرف سے جو سختی آتی ہے اس میں بھی لطف وکرم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہاں بات تنبیہ کی ہو رہی ہے آپ نے انہیں اجازت کیوں دی؟ لیکن اس سے پہلے فرمایا عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ بخشش کی بات پہلے فرمائی اور اس کے بعد سوالیہ تنبیہ فرمائی کہ آپ کو اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ تو فرمایا صاحب حال لوگوں یا بزرگوں یا اہل اللہ کے ساتھ اللہ کی طرف سے سختی آئے تو وہ بھی ترقی درجات کا سبب بنتی ہے اور اس میں بھی لطف کا پہلو ہوتا ہے ایک بات۔ دوسری بات یہ تہذیب سکھائی ہے اللہ نے کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر اللہ کریم نے خود کلام فرمایا تو اس میں رعایت ان کے مقام کی رکھی، عفو کی بات پہلے کی اور تنبیہ کی بات بعد میں کی تو اگر بزرگوں سے بات کرے تو بات کرنے میں ان کے مقام کا لحاظ کرے اور سلیقے سے بات کرے۔

شیوخ کو تنفیظ کی تعلیم

قولہ تعالیٰ: لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا (التوبہ 43:)

ترجمہ: آپ نے ان کو اجازت کیوں دے دی تھی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اس میں شیوخ کو تعلیم ہے کہ مریدوں کے عذر قبول کرنے میں بیداری سے کام لیں کہ وہ عذر سچ مچ واقع کے مطابق ہے یا اس میں کچھ فساد کی آمیزش ہے کیونکہ بہت سے مرید دھوکا بھی دیتے ہیں پھر اس کا انجام ان ہی کے دین کی بے انتظامی ہے۔

فرمایا، اللہ کریم نے حضور نبی کریم ﷺ کو کہا کہ آپ ﷺ نے ان کو اجازت کیوں دی۔ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچا جھوٹا الگ ہو جاتا اور آپ کے سامنے واضح ہو جاتا۔ اس میں فرماتے ہیں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ مرید بھی بعض اوقات مجاہدہ کرنے سے یا بعض دینی احکام پر عمل کرنے سے عذر تراش لیتے ہیں تو شیخ کو فوراً اجازت نہیں دینی چاہیے بلکہ تحقیق کرنی چاہیے۔ کیونکہ فوراً اجازت دینے سے اگر اس نے غلط بات بنا کر اجازت مانگی اور شیخ نے اجازت دے دی تو اس میں اس مرید کا سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ تو شیخ صرف سکھانے والا نہیں بلکہ شیخ کے ذمے مریدوں کی حفاظت بھی ہے۔ ان کے کردار کی اصلاح بھی کرے، تربیت بھی کرے اور ان کے اعمال پر نگاہ بھی رکھے کہ وہ اپنے آپ کو برباد نہ

کریں تو محض معمولی معمولی بہانوں پر اجازت نہ دیتا رہے بلکہ تحقیق کرے کہ واقعی اسے اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔

حالِ شوق

قولہٗ تعالیٰ: لَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (التوبہ:44)

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں آپ سے رخصت نہ مانگیں گے۔

''روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مومن جب خیر کو سنتا ہے تو فوراً اس کی طرف دوڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالت شوق سے پیدا ہوتی ہے' تو اس میں شوق کا اثبات ہے۔''

فرماتے ہیں اس میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ سالک جان اور مال سے اپنے مجاہدے میں کمی نہیں آنے دیتا کیونکہ ذکر الٰہی سے شوق پیدا ہوتا ہے اور شوق جو ہے وہ کام کی ترغیب دیتا ہے۔ یعنی جس چیز کا شوق آپ کو ہوگا اس چیز پر آپ خرچ بھی کریں گے' راتوں کو بھی جاگیں گے' اس پر محنت بھی کریں گے اور یہی برکت شیخ کی توجہ یا اللہ کے ذکر کی ہوتی ہے کہ ایک شوق یا ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس سے مشقت آسان ہو جاتی ہے' دوسرے کو مشکل لگتی ہے' جسے شوق ہوتا ہے اسے مشکل نہیں لگتی۔ جیسے دنیاوی شوق ہوتے ہیں' جن لوگوں کے شوق ہیں وہ اس کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں اور انہیں مشکل نہیں لگتا اس لئے کہ شوق لگن اور دھن سوار کر دیتا ہے۔ جیسے کتے پالنے کے شوقین ان کے لئے مشقت اٹھاتے ہیں اور انہیں مشکل نہیں لگتا' اسی طرح جس چیز کا شوق ہو جاتا ہے وہ کام اس بندے کو مشکل نہیں لگتا دوسروں کو مشکل لگتا ہے۔ فرماتے ہیں توجہ سے اور ذکر الٰہی سے شوق پیدا ہوتا ہے۔ محبت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے آخرت کو بنانے کی ایک محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مجاہدے آسان ہو جاتے ہیں۔

کام نہ کرنا علامت ہے ارادہ نہ کرنے کی

قولہٗ تعالیٰ: وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً (التوبہ:46)

ترجمہ: اگر وہ لوگ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے۔

''اس میں دلیل ہے کہ دھوکا میں پڑے ہوئے ہیں کہ طاعات کی رغبت کا دعویٰ ظاہر کرتے ہیں اور بالکل جھوٹے ہوتے ہیں۔''

فرمایا' سلوک میں اس سے کام نہیں چلتا کہ بندہ کہے کہ بڑا دل کرتا ہے تہجد پڑھنے کو پر طبیعت ٹھیک نہیں ہے' یہ نہیں چلے گا۔ فرمایا دل ہی نہیں کرتا' دل کرتا تو طبیعت ٹھیک ہو جاتی۔ بڑا دل کرتا ہے سحری کے ذکر کو' بڑا دل کرتا ہے جی اتنے نوافل پڑھوں' بڑا دل کرتا ہے روزانہ اتنی تلاوت کروں' کرتا نہیں ہے۔ فرمایا یہ باتیں کسی کام کی نہیں ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی تدبیر نہیں کرتا تو کام نہیں ہوتا۔ اگر اٹھنا ہوتا تو الارم لگایا ہوتا تو اٹھتا' وضو کرتا یا تو گر پڑتا تجھے کوئی تکلیف ہوتی تو کوئی بات تھی۔ جب تو نے کیا ہی کچھ نہیں' پڑا رہا' کہتا ہے بڑا دل کرتا ہے۔ تو کہتا ہے تلاوت کو دل کرتا تھا تو قرآن کریم کھولتا' پڑھتا' چلو دس پارے نہ سہی' دو سہی' دو نہیں ایک پڑھا ہوتا' ایک نہیں ایک رکوع پڑھا جاتا' کچھ تو ہو جاتا۔ نہ تو نے قرآن کریم کھولا' نہ تو نے وضو کیا' نہ تو نے قرآن کھولا' تو کہتا ہے میرا تلاوت کو بڑا دل کرتا ہے۔ فرمایا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں' ان میں نہیں آنا چاہیے۔ سالک کے لئے ضروری ہے جتنا ہو سکے عمل کے لئے کوشش کرے۔ ان تدبیروں پر نہ رہے کہ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ بھئی ٹھیک ہے اللہ تو معاف کرنے والا ہے' یہ تو سچ ہے لیکن ایک وقت کا کھانا نہ کھاؤ اور کہو اللہ بھوک مٹا دے گا۔ اللہ معاف کرنے والا ہے' ادھر تو نہیں مانتے ڈٹ کر کھاتے ہیں کہ کھائیں گے نہیں تو بھوک کیسے مٹے گی تو وہاں اللہ قادر نہیں ہے' وہ کھائے بغیر بھوک نہیں مٹا سکتا؟ عبادت کے معاملے میں آئیں گے تو کہیں گے اللہ معاف کرنے والا ہے' مجھ سے نہیں ہوتا۔ تو یہ درست نہیں ہے۔ فرمایا یہ نفس کا دھوکا ہے اور محض کہنے سے کام نہیں ہوتا کام کرنے سے ہوتے ہیں۔

تمثل اعمال

قولہ تعالیٰ: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ (التوبہ:49)

ترجمہ: اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی۔

"اہل ارشاد کے نزدیک اشارہ ہے اخلاق شنیعہ و اعمال قبیحہ کی طرف محیط ہیں جو نشاۃ اخرویہ میں بصورت نار ظاہر ہوں گے۔"

مسائل السلوک

طاعت میں نفس کی دھوکا بازی یہ دعویٰ کر کے کہ اس میں یہ مفاسد ہیں۔

قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي (التوبہ:49)

ترجمہ: اور ان میں بعض وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دیدیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالیے۔

"یعنی نساء روم کے فتنہ میں مجھ کو واقع نہ کیجئے اور یہی حالت ہے نفس کی کہ طاعات سے اس بہانہ پر عذر کرتا ہے کہ اس طاعت میں ایسا ایسا خطر ہے جس کا شر اس اطاعت کی خیر سے اعظم ہے۔"

فرمایا جب رومیوں کے خلاف جنگ تھی تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہمیں اجازت دیجئے ہم اس جنگ میں شامل نہ ہوں کہ رومن عورتیں بڑی خوبصورت ہیں ہم کہیں اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ فرمایا یہ محض بہانہ تھا اور نفس اسی طرح کے بہانے تراشتا ہے اور سالک کو مجاہدے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ ایسا کرو گے تو ویسا ہو جائے گا۔ نفس کے بہانے بڑے عجیب عجیب ہوتے ہیں۔ ایک ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے سانس تو گنتی کے ہیں اگر ہم تیز تیز سانس لیں گے تو جیسا کہ ہم ذکر اللہ میں لیتے ہیں تو یہ سانس جلدی ختم ہو جائیں گے۔

یعنی حیرت ہوتی ہے کہ نفس کیسے کیسے بہانے تراشتا ہے۔ میں نے کہا سانس تو گنتی کے ہیں لیکن جو اللہ کے نام کے ساتھ لئے جائیں ان میں برکت ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم گھبراؤ نہیں اللہ کا یہ حکم بھی ہے اور نبی ﷺ کی بشارت بھی ہے کہ نیکی برکت کا سبب بنتی ہے، صحت میں بھی اور عمر میں بھی۔ تو میں نے کہا جو سانس اللہ کے نام سے لئے جاتے ہیں یہ خرچ نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے جاتے ہیں۔ تو اس طرح کے وسوسے نفس ڈالتا ہے۔ فرمایا اس کا دھیان رکھنا چاہیے۔

توکل اور اس کی سہولت کی تدبیر

قولہ تعالیٰ: قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (التوبہ:51)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر کر دیا ہے۔

"اس میں ایسے مضمون کا مراقبہ ہے جو توکل کو سہل کر دے اور اس کے بعد توکل کا صریح امر ہے۔"

فرمایا، یہ فرما دیجئے کہ وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا اور یہ خطرے کے مقابلے میں تھا کہ آپ ﷺ جنگ پر جا رہے ہیں۔ وہاں کفار کے وسائل زیادہ ہیں، طاقت زیادہ ہے تو یہ ہوگا وہ ہوگا۔ یہ عرض کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا وہی ہوگا جو اللہ کریم کو منظور ہوگا۔ ہم پر ایسا ناگہانی حادثہ نہیں پڑ سکتا جو اللہ کی منشاء کے خلاف ہو لہٰذا ہمیں اللہ کی اطاعت کرنی ہے، ہم ضرور جائیں گے۔ تو فرمایا نفس ایسے بہانے اور عذر کرتا ہے کہ جن کا خطرہ ہے۔ اس کی خبر سے بڑھا کر دکھاتا ہے کہ ثواب تو ملے گا لیکن اس میں جان تو جائے گی جیسے ذکر اللہ سے روکنے کو کہہ دیا کہ سانسیں جلدی ختم ہو جائیں گی۔ تو فرمایا اس کے ایسے بہانوں میں نہیں آنا چاہیے بلکہ ایسے بہانوں کے مقابلے میں اللہ پر بھروسے کا جواب دینا چاہیے کہ میرا بھروسہ اللہ پر ہے، اللہ میرے لئے جو کرے گا وہی میرے لئے مناسب ہے۔

اطاعت کے باب میں معرفت اور حجاب کے آثار

قولہ تعالیٰ: وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (التوبہ:54)

ترجمہ: اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے۔

اس میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ لذت عبودیت سے محروم اور مشاہدہ جمال سے محجوب ہیں۔ محمد بن فضل کا قول ہے کہ جس شخص کو امر کی

معرفت نہ ہوگی وہ امر کی طرف کسل کے ساتھ اٹھتا ہے اور جس شخص کو امر کی طرف معرفت ہوگی وہ امر کی طرف اس کی غنیمت اور راحت سمجھ کر اٹھے گا۔

فرماتے ہیں کہ محمد بن فضلؒ معروف بزرگ گزرے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے جس کو حاکم کے عہدے کا احساس ہی نہیں ہوگا وہ اس سے بات بھی عام انداز میں کرے گا اور اس کے آنے پر وہی عام نشست وبرخاست رکھے گا لیکن جس کو احساس ہوگا کہ یہ حاکم کون ہے وہ اس کے آنے پر اگر اٹھے گا بھی تو اس میں بھی ایک تمیز اور ایک ادب ہوگا۔ بات کرے گا تو اس میں بھی ادب ملحوظ رکھے گا۔ تو وہ فرماتے ہیں یہی حال صلوٰۃ یا نماز کا ہے۔ جس کو عظمتِ الٰہی کا احساس ہے وہ اسے اس طرح ادا کرتا ہے کہ میں اللہ کے حضور کھڑا ہوں اور جس کو احساس ہی نہیں ہے وہ اپنے ڈھیلے ڈھالے سجدے کر کے دو ٹھونگے مار کے چلا جاتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اس میں لذت عبودیت کی بات ہے کہ وہ لذتِ عبودیت سے آشنا ہی نہیں کہ ان کے دل زندہ نہیں۔ لذت عبودیت کو زبان نہیں چکھ سکتی۔ یہ وہ لذتیں ہیں جو دل محسوس کرتا ہے۔ تو فرمایا جب دل ہی نہیں تو پھر یہ لذت کہاں سے آئے گی؟

استحسان دنیا کا مذموم ہونا

قولہ تعالیٰ: فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ (التوبہ:55)

ترجمہ: سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔

''اس میں اہل ایمان کو اس سے تحذیر ہے کہ اہل دنیا کے اموال وزینت کو مستحسن نہ سمجھیں اور اس کے سبب آخرت کے عمل اور نظر کرنے سے محجوب ہوجائیں۔''

فرمایا گیا کہ اگر کافروں کے پاس حکومت ہے، اقتدار ہے، مال و دولت ہے یا اولاد ہے تو اس پر حیران ہونے کی کوئی بات نہیں ان کے لئے یہ سب عذاب کا سبب بنے گا۔ اور دنیا میں بھی عذاب کا سبب بنتا ہے اور وہ نئی سے نئی مصیبت میں پڑے رہتے ہیں۔ تو اس طرح صوفی کو دنیا داروں کے پاس مال و دولت و اقتدار دیکھ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے اس بات پر قائم رہنا چاہیے کہ اللہ نے مجھے آخرت دی ہے۔ آخرت کی تعمیر کی توفیق دی ہے۔ میرا عقیدہ درست کر دیا ہے۔ میرا کردار صحیح کر دیا ہے۔ مجھے لذت آشنائی دے دی ہے اور اس سے بڑی دولت کیا ہے!

سامان راحت کا محجوبین کے لئے آلہ مصیبت ہونا

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (التوبہ:55)

ترجمہ: اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں گرفتار عذاب رکھے۔

اس میں تنبیہ ہے کہ محجوبین جس کو راحت کے لئے جمع کرتے ہیں اس میں انہیں راحت نہیں۔ اس کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے میں محض مصیبت ہی جھیلتے ہیں۔ پھر ان کو اس میں ثواب کا اعتقاد اور تعلق مع اللہ بھی نہیں جس سے ان کی یہ مشقت سہل ہوجائے۔

فرمایا' تنبیہ ہے کہ محجوبین یعنی وہ لوگ جو ان کیفیات سے محروم ہیں ان کے پاس قلبی کیفیات نہیں ہیں۔ تو مال و دولت بھی جمع کرلیں تو اس میں انہیں راحت نہیں ملتی بلکہ مصیبتیں ہی کھڑی ہوتی ہیں اور تکلیفوں میں ساری عمر پریشان ہی رہتے ہیں۔

دعائے مغفرت

1۔ محمد سعید بورے والے کے ساتھی کی والدہ محترمہ

2۔ کوئٹہ سے اکرم شاہ صاحب کے والد محترم

وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

1-2-2013

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

پارہ یعتذرون سورۃ یونس 61-65

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
وَ مَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ○ وَ لَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ* اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

فرمایا آپ کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہوں یا ایسے ہی تم سب لوگ کوئی کام بھی کرتے ہو اور جب اس میں مصروف ہوتے ہو تو ہم بھی تمہارے سامنے ہوتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ آپ کسی حال میں بھی ہوں کوئی لحہ، کوئی وقت، اس حال سے خالی نہیں ہے کہ اللہ کریم ہر جگہ، ہر آن، ہر لحہ، ہر چیز یہ خود گواہ ہیں۔ خود دیکھ رہے ہیں ذاتی طور پر ہر لحہ، ہر آن، ہر جگہ موجود ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو جو خطاب ہے اس میں بھی اور اس سے آگے عامۃ الناس کو خطاب ہے۔ دونوں میں یہ بات بڑی واضح کی گئی ہے کہ کوئی جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ اللہ کریم کے روبرو کر رہا ہے۔

بندۂ مومن کی زندگی بھر کی اصلاح کیلئے یہ ایک آیہ کریمہ کافی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اسے اللہ کی ذات پر اور اس کی صفات پر جو نبی کریم ﷺ نے بتائی ہیں یقین کامل ہو۔ قرآن حکیم کا نزول حضور اکرم ﷺ کی ذات والاصفات پر ایک انتہائی قرب الٰہی کا لحہ ہے۔ اس کی اپنی لذت اور کیفیت ہے کہ اللہ کریم جب اپنے نبی ﷺ کو خطاب فرماتے ہیں تو اس خطاب میں، اس کلام میں، اس گفتگو میں کیا کیف ہوتا ہے؟ کیا لذت ہوتی ہے؟ یہ اللہ جانے اور اللہ کا حبیب ﷺ۔ لیکن سب سے مشکل ترین وہ تھا جب مشرکین عرب، مشرکین مکہ، یہود و نصاریٰ اور کفار کو قرآن سنایا گیا۔ آپ ذرا اندازہ کیجئے ان تکالیف و مصائب کا جو انبیاء علیہم السلام کو پیش آئیں۔ اگرچہ وہ صورتاً نہیں تھیں بظاہر مصیبت نظر آتی تھیں۔ جب قرآن حکیم کی ایک ایک آیت پڑھ کر آج اس کا صحیح مفہوم مسلمانوں کے سامنے بھی بیان کیا جائے تو زیادہ لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ یعنی لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن بھی ایسا ہونا چاہیے جیسا میں چاہتا ہوں۔ اور قرآن یہ چاہتا ہے کہ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جیسا وہ چاہتا ہے آج بحیثیت مسلمان بھی ہمیں یہ مشکل لگتا ہے کہ اس پر کیسے عمل ہو سکتا ہے، اس طرح کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر کفار و مشرک اور انانیت میں گرفتار لوگ جو اپنی مرضی مسلط کرنے کے قائل تھے ان کو عظمت الٰہی بیان کرنے کا حوصلہ صرف اللہ کے رسول ﷺ کا ہے۔ لیکن سارے دکھوں، ساری مصیبتوں، ساری تکلیفوں کا اللہ کریم نے کیا خوبصورت جواب دیا ہے۔ فرمایا: اے میرے حبیب ﷺ میں آپ کے کسی حال سے ناآشنا نہیں ہوں، آپ کسی حال میں ہوں میں آپ کے پاس ہوتا ہوں۔ آپ قرآن پڑھتے ہیں، کفار کو سناتے ہیں، ان کا جو ردعمل آتا ہے وہ آپ کی جو توہین کرتے ہیں یا آپ کو جو ایذا دیتے ہیں یا آپ پر پتھر پھینک رہے ہیں یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو مصیبتیں کاٹتے

ہیں، جو تکلیف، جو ایذا انہیں دی جاتی ہے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے کہ اللہ کریم کو اس کا علم نہیں ہے۔ بلکہ میں خود وہاں موجود ہوتا ہوں وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ آپ کسی حال میں ہوں وَ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور جو کچھ آپ قرآن میں پڑھتے ہیں وَ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ کوئی کام جو آپ کرتے ہیں اور کوئی شخص جو کام وہ کرتا ہے كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا میں اس میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں، تمہارے سامنے ہوتا ہوں۔ ان سب کا ملاحظہ کر رہا ہوتا ہوں، دیکھ رہا ہوتا ہوں، سن رہا ہوتا ہوں، اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ تم کسی بھی کام میں مصروف ہوتے ہو وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ آپ کے پروردگار سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ چھوٹی سی چھوٹی چیز خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمانوں میں ہو، اس سے بھی چھوٹی، سب سے کوئی باریک، کوئی ذرہ آسمانوں میں یا زمین میں، کہیں بھی ہو یہ سب کچھ تو لوح محفوظ میں محفوظ ہے اور علم الٰہی لوح محفوظ سے وراء الوراء ہے۔ علم الٰہی کی تو کوئی حد نہیں علم الٰہی کی تو کوئی انتہا نہیں۔ جس طرح اس کی ذات لامحدود ہے، اسی طرح اس کا علم بھی لامحدود ہے، اس کی کوئی حد نہیں۔ اور لوح محفوظ تو ایک کتاب ہے تو یہ سب کچھ، ہر ذرہ، کوئی چھوٹا یا بڑا، وہ زمین میں ہے یا آسمانوں میں، کوئی سچ بولتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے، کوئی اچھی بات کرتا ہے یا خراب بات کرتا ہے، کوئی اچھا سلوک کرتا ہے یا خراب کرتا ہے، کہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کائنات میں، ارض وسماء میں وقوع پذیر ہو اور وہ لوح محفوظ میں نہ لکھی ہو وہ تو لوح محفوظ میں ہے۔ اور لوح محفوظ میں سب کچھ موجود ہے لیکن علم الٰہی تو ناپیدا کنار ہے، اس کی تو کوئی حد نہیں ہے۔

مراد یہ ہے کہ ہم چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے گھبرا کر اللہ کو چھوڑ کر دوسرے آسرے تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کیا میں پاس نہیں ہوں؟ کیا تم میری بارگاہ میں عرض نہیں کر سکتے؟ کیا تم مجھے نہیں پکار سکتے؟ اور پھر جب یہ ایمان و یقین ہو کہ مجھے معیت باری حاصل ہے میرا رب، میرا پروردگار میرے پاس ہے، اللہ معبود برحق میرے پاس ہے اور وہ بڑا قادر ہے جو چاہے اور جب چاہے کر سکتا ہے تو پھر پریشانی کیسی؟ یعنی پھر تو کسی بات میں پریشانی ہی نہیں رہتی۔ ہم بات بات پہ پریشان ہوتے ہیں تو اس آیہ کریمہ میں یہ بات ہے کہ کسی بات میں تو کوئی پریشانی ہی نہیں۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم ہماری توبہ قبول کرتے ہوئے بڑی سی تکلیف کو کسی چھوٹی تکلیف میں بدل دیتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے علم میں نہیں ہوتا، ہم اس چھوٹی تکلیف کو بڑا سمجھ رہے ہوتے ہیں ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کے بدلے کتنی خطائیں معاف ہوگئی ہوں گی۔ آنے والی بڑی تکلیف ٹل گئی ہوگی۔

سب سے مشکل مرحلہ وہ تھا جب حضور ﷺ قرآن کریم پیش کرتے تھے، اپنی رسالت پیش کرتے تھے۔ بت پرست جو بتوں کے پیچھے خود خدا بنے ہوئے تھے وہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ بت تو خود ایک پتھر ہے اس نے کیا کہنا، کیا خوش ہونا اور کیا ناراض ہونا۔ بتوں کے حوالے سے اپنی خواہشات مسلط کرتے تھے اور بزعم خود خدا بنے ہوئے تھے۔ اپنے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اسی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ انبیاء علیہ السلام پر سب سے زیادہ تکلیفیں آتی ہیں لیکن تمام انبیاء میں سب سے زیادہ تکلیفیں، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھ پر آئیں اور کسی نے حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے شکایت کا ایک لفظ نہیں سنا۔ اس لئے کہ اللہ کریم موجود ہوتے ہیں۔ اس دار دنیا میں ان آنکھوں اور ان سے اللہ کریم کو دیکھنا ممکن نہیں، یہ صرف نور ایمان ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی بات اور ہے، انبیاء علیہ السلام جانیں، ان کا مالک اللہ رب العالمین جانے ان کی کیفیات کیا ہیں یہ میں اور آپ نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنی اور اپنی سطح کے لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔ انبیاء کی بات اور ہے اور یہ ایک الگ موضوع ہے۔ اس پر

علماء نے بحث کی ہے کہ حضور ﷺ نے شب معراج بھی اللہ جل شانہ کو دیکھا یا نہیں دیکھا۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کی بات الگ ہے۔ انسان اس دنیا میں ان موجود حواس کے ساتھ اللہ جل شانہ کو دیکھ نہیں سکتا۔ ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے ایمان ویقین۔ اور ایمان کی بنیاد ہے ارشاد رسول اللہ ﷺ۔ بعض لوگ خود کو اہل قرآن کہلواتے ہیں۔ انہیں حدیث بیان کرو، شریعت کا حکم بتاؤ تو کہتے ہیں کہ بات قرآن سے ثابت کرو، قرآن سے زندگی کا ہر شعبہ ثابت ہے لیکن ذکر اجمالی ہوتا ہے اس کی تفسیر صاحب قرآن ﷺ بتاتے ہیں۔ وہی ہستی بتاتی ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے۔ مثلاً قرآن نے تو کہہ دیا وَ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ لفظ صلوٰۃ عربی میں دعا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صلوٰۃ کا معنی ہی دعا ہے۔ اب صلوٰۃ کو قائم کرو، قرآن نے تو جگہ جگہ حکم دے دیا وَ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اب یہ کون متعین کرے کہ صلوٰۃ کیا ہے؟ یہ کام محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ فجر کا وقت یہ ہوگا، اس کی رکعت اتنی ہوں گی، اس میں یہ پڑھا جائے گا، اس میں رکوع ہوگا اس کی تسبیح یہ ہوگی اس طرح سجود ہوگا اس کی تسبیح یہ ہوگی۔ جلسہ ہوگا اس میں یہ پڑھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ ظہر ہوگی، اس کا وقت یہ ہوگا، اس میں اتنی رکعت پڑھی جائیں گی۔ عصر ہوگی، مغرب ہوگی، عشاء ہوگی۔ ان کے اوقات، ان کے پڑھنے کا طریقہ، ان میں کیا کچھ پڑھنا ہے اس کی ساری تفصیل قرآن میں نہیں ہے حضور ﷺ کے ارشادات میں ہے۔ لیکن قرآن کس نے بتایا؟ وحی الٰہی کا دنیا میں حضور ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ نہیں کہ میں نے بھی سنا، اسی طرح ہی وحی نازل ہوئی۔ کوئی بندہ نہیں۔ صرف ایک ہستی ہے محمد رسول اللہ ﷺ جنہوں نے بتایا کہ یہ وحی آئی اور یہ قرآن کی آیت ہے، اہل قرآن کہلوانے والے اس کو تو مانتے ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے تو اسی آیت کی جو شرح اسی زبان حق ترجمان ﷺ نے فرمائی اس کو کیسے نہ مانا جائے؟ جو اس کا انکار کرے گا وہ قرآن کا بھی انکار کرے گا۔ تو فرمایا ہر دکھ، ہر تکلیف، ہر مصیبت، ہر ضرورت، ہر کام، کوئی ایسا نہیں ہے کہ کسی بندے پر آئے اور اللہ وہاں موجود نہ ہو۔ اللہ رب العالمین بھی ہے، خالق ہے، مالک ہے، پروردگار ہے، ہر وقت پاس موجود ہے اور ہر چیز پر قادر بھی ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری طرف کیوں دیکھا جائے۔ جب دکھ اور تکلیفیں آتی ہیں تو جس ہستی کیلئے وہ دکھ اٹھایا جاتا ہے اگر وہ خود ملاحظہ کر رہی ہو وہ خود سامنے موجود ہو تو دکھ اٹھانے میں بھی لذت آتی ہے۔ جیسے آپ والد کی خدمت کیلئے، بھائی کی خدمت کیلئے محنت مشقت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کے والد یا بھائی خود دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے لئے کتنی خدمت کر رہا ہے تو آپ کو تکلیف ہونے کی بجائے ایک سکون ملتا ہے، ایک لطف آتا ہے کہ جس کیلئے میں دکھ اٹھا رہا ہوں کم از کم وہ دیکھ تو رہا ہے۔ تو اگر آپ اللہ کے لئے محنت کر رہے ہیں اور اس میں مشکلات ہیں اور آپ ان کی پرواہ نہیں کرتے تو اللہ کریم بھی موجود سامنے دیکھ رہے ہیں تو اس میں تو لذت آنی چاہیے، اس دکھ اور تکلیف میں بندے کو اور لذت آنی چاہیے کہ لذت حضوری سے آشنا ہونا چاہیے اور یہی نہیں کہ حضور ﷺ قرآن پیش کر کے دکھ اٹھاتے رہے وَ لَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ کوئی شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے، اللہ کی اطاعت کا کرتا ہے یا اللہ کی اور اللہ کے نبی ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے دیکھ رہے ہیں اِلَّا کُنَّا عَلَیۡکُمۡ شُہُوۡدًا فرمایا ہم تم پر موجود ہوتے ہیں، گواہ ہوتے ہیں، دیکھ رہے ہوتے ہیں، سن رہے ہوتے ہیں۔ اطاعت کرنے والے کو تو کئی گنا لذت نصیب ہوگئی کہ میں جس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کر رہا ہوں جس کی بندگی کر رہا ہوں، وہ ملاحظہ فرما رہا ہے۔ اسے تو یہ صلہ ہی کافی ہے، اس سے مزید جو عطا ہوگا وہ محض اللہ کی عطا ہے۔ لیکن جو نافرمانی کر رہے ہیں وہ بھی سن لیں وہ بھی اللہ کے روبرو کر رہے ہیں۔ جو گناہ کر رہا ہے وہ بھی اللہ کے روبرو کر رہا ہے۔ جو اللہ کی مخلوق کو قتل کر رہا ہے وہ بھی

اللہ کے روبرو کر رہا ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ وہ جرم اس بڑے اور قادر مطلق کے سامنے کر رہا ہے، جس نے اس سے روکا ہے تو جرم کی نوعیت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَ لَآ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ اللہ کریم سے کوئی ذرہ اوجھل نہیں ہے۔ زمینوں میں ہو یا آسمانوں میں ہو، کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی سے بڑی یہ سب کچھ تو محض لوح محفوظ میں ہے۔ لوح محفوظ بھی تو ایک اللہ کی کتاب ہے، یہ علم الٰہی کی حد نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تو لوح محفوظ میں ہے۔ اللہ کا علم تو اس کی شان کے مطابق ہے اس سے کیسے چھپ سکتا ہے۔ تو فرمایا: یاد رکھو ایک بات سمجھ لو اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یہ بات جان لو کہ بغیر شک وشبہ کے یقینی طور پر اللہ کے جو دوست ہوتے ہیں انہیں نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اب بندہ کہاں اور اللہ کہاں! دوستی اور دشمنی کا کوئی تصور نہیں بنتا۔ دوستی دشمنی تو اپنے جیسوں کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اللہ کریم نے ازراہِ شفقت، ازراہِ کرم یہ فرمایا کہ جس نے میرے نبی ﷺ کا اتباع کر لیا میں اسے اپنا دوست بناؤں گا۔ میں اسے وہ مقام اعلیٰ عطا کرتا ہوں کہ وہ میرا دوست ہے۔ جس نے میرے نبی ﷺ کا اتباع نہیں کیا میں اسے اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ اتباع رسالت کے اثرات معمولی نہیں ہیں۔ اگر کوئی خلوص دل سے اتباع نبوت اختیار کرتا ہے تو اللہ کریم اسے یہ شرف عطا فرماتا ہے۔ کہاں مشت غبار اور کہاں وہ خالق کائنات کوئی نسبت نہیں بنتی سوائے مخلوق اور خالق ہونے کے۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں میں اسے اپنا دوست ہونے کا مقام اعلیٰ عطا کرتا ہوں کہ وہ میرے دوستوں میں سے ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو! جنہیں میری دوستی کا شرف نصیب ہوتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ انہیں کوئی خطرہ نہیں ہی وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ انہیں کوئی افسوس ہوگا۔ خطرہ ہوتا ہے آئندہ کا کہ یہ نہ ہو جائے۔ وہ نہ ہو جائے افسوس اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جو میں کر چکا ہوں کاش ایسا نہ کیا ہوتا، یہ نہ کیا ہوتا وہ نہ کیا ہوتا، اس کو افسوس کہتے ہیں۔ آئندہ کا جو خدشہ ہوتا ہے کہ میرے ساتھ ایسا نہ ہو جائے یہ نہ ہو جائے، وہ نہ ہو جائے اسے خوف کہتے ہیں۔ تو فرمایا نہ انہیں خوف ہوگا کہ قیامت قائم ہوگی تو کیا ہوگا، موت آئے گی تو کیا ہوگا، پل صراط پر کیا ہوگا اور میزان عدل پر کیا ہوگا، جہنم سے کیسے گزریں گے؟ فرمایا یہ ان کا مسئلہ نہیں ہے جنہیں میری دوستی نصیب ہو گئی انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ دنیا تلپٹ ہو جائے گی، زمین و آسمان تباہ ہو جائیں گے، تمام کائنات تباہ ہو جائے گی لیکن جو میرے دوست ہیں ان کو کوئی کھٹکا بھی محسوس نہیں ہوگا۔ اور انہیں اس بات کا بھی خطرہ نہیں ہوگا کہ ہمیں کوئی سزا نہ مل جائے، ہم تباہ نہ ہو جائیں۔ فرمایا: نہیں وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نہ انہیں اپنے کئے پر پچھتاوا ہوگا بلکہ انہیں اس بات پر فخر ہوگا کہ ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کی غلامی کی اور اس کے بدلے میں اللہ کی دوستی نصیب ہوئی۔ علامہ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ایسے شہداء ہوں گے جن کے وجود زخموں سے چور ہوں گے، لباس تار تار ہوگا جنگ میں شہید ہوئے ہوں گے، ہاتھوں میں اپنی تلواریں پکڑی ہوں گی، لوگ قبروں سے اٹھ کر محشر کی طرف دوڑیں گے۔ ہر کوئی اس طرف دوڑ رہا ہوگا اور اس کے بعد حساب کتاب کا انتظار کرے گا۔ پل صراط سے گزرے گا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جہنم بھی سامنے ہوگی جنت بھی قریب ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الشعراء:90) جنت بھی قریب ہوگی وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ جہنم بھی کھینچ کر لائی جائے گی کہ اب دیکھ لو جو نہیں مانتے تھے۔ دیکھ لو دوزخ یہ ہے۔ تو فرمایا: اٹھیں گے تو سیدھے جنت کے دروازے پر چلے جائیں گے اور تلوار کے دستے سے دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ جنت کا داروغہ یا جو ذمہ دار ہے وہ عرض کرے گا کہ حضور ابھی تو آپ

قبروں سے اٹھے ہیں، ابھی آپ کو عرصۂ محشر میں جمع ہونا ہے پھر وہاں میزان پہ اعمال تولے جائیں گے، اس کے بعد پل صراط سے گزریں گے تو پھر تشریف لایئے گا۔ آپ سیدھے ہی دروازہ پیٹ رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ کریم کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور عرض کریں گے۔ بارالٰہا ہم گمراہ تھے، ہمیں کوئی علم نہیں تھا کہ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے۔ تو نے اپنا نبی ﷺ مبعوث فرما کر احسان فرمایا۔ تو نے ہمیں توفیق دی، ہم نہ صرف ایمان لائے بلکہ ہم نے جانیں نچھاور کر دیں۔ تو نے ہمیں اولاد دی ہم نے قربان کر دی۔ تو نے ہمیں گھر دیئے ہم نے تیرے نبی ﷺ کی خدمت میں قربان کر دیئے، چھوڑ دیئے، ہجرتیں کر لیں۔ مال تیری راہ میں، تیرے نبی ﷺ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ جان بچتی تھی، وہ تیری راہ میں نچھاور کر دی۔ اب یہ تیرا فرشتہ کس بات کا حساب مانگتا ہے، یہ کیا کہتا ہے، ہمارے پاس بچا کیا ہے، کس بات کا حساب دیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا بارگاہِ الوہیت کی طرف سے حکم ہوگا کہ جنت کے سب دروازے کھول دو۔ ان کی مرضی کس دروازے سے کہاں تک جانا چاہتے ہیں۔ یہ مقام و مرتبہ تو ہوگا اولیاء اللہ کا، اللہ کے دوستوں کا جنہیں اللہ نے یہ عظمت بخشی کہ مشت غبار ہونے کے باوجود فرمایا میرے دوست ہیں۔ لیکن وہ دوست ہوں گے کون؟ ہم انہیں کیسے پہچانیں، ہم بننا چاہیں، ہم دوستی حاصل کرنا چاہیں تو کیسے کریں۔ فرمایا: اللہ کا ولی وہ ہے اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ۔ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم اتنی بڑی داستان حیات چند لفظوں کے ایک چھوٹے سے جملے میں سمو دی۔ فرمایا اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وہ لوگ جنہیں جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر کبھی رتی برابر شبہ نہیں ہوا، یقین کامل نصیب ہو گیا۔ توحید باری سے لے کر فرشتوں کے وجود، آخرت، قیامت، عذاب، ثواب، اللہ کا حاضر و ناظر ہونا، نیکی برائی، جو حضور ﷺ نے فرمایا اس پر، انہیں یقینِ کامل نصیب ہو گیا۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یعنی جن کا عقیدہ سو فیصد درست رہا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ اور زندگی کے ہر معاملے میں انہوں نے تقویٰ اختیار کیا، پرہیزگاری اختیار کی۔ یہاں میں نے پرہیزگاری کر دیا ہے اکثر تراجم میں تقویٰ کا ترجمہ ڈر ملتا ہے۔ لیکن اللہ کریم سے جو تعلق بنتا ہے وہ تقویٰ ہے، اس لئے تقویٰ عام ڈر نہیں ہے ورنہ عام ڈر تو شیطان کو بھی ہے۔ اس نے کہا اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ شیطان نے بھی یوم بدر میں کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ اللہ کی طاقت سے ڈرتا ہے کہ اللہ قادر ہے، اللہ زبردست ہے، اللہ جب چاہے کسی کو تباہ کر دے، زندہ کر دے یا مار دے۔ وہ تو اپنے سے، طاقت ور سے، اس کی طاقت سے ڈرتا ہے۔ یہ ڈر تو شیطان کو بھی ہے۔ تقویٰ وہ ڈر ہے کہ جو تعلق بواسطہ حضور ﷺ ہمیں اللہ کریم سے نصیب ہو گیا، کہیں اس میں کوئی بال نہ آ جائے۔

ولایت کیا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (البقرۃ: 257) اللہ ہر مومن سے دوستی کرتا ہے، ہر مومن کی اللہ سے دوستی ہے۔ اب اس دوستی میں جب نافرمانی کا بال آئے گا تو بات یہیں بگڑ جائے گی تو پھر دوستی نہ رہی۔ تو تقویٰ اس ڈر کا نام ہے کہ جب خطرہ محسوس ہو کہ بات کروں گا تو دوستی میں بال آ جائے گا، یہ کام کروں گا تو دوستی میں بال آ جائے گا، یہ سوچوں گا تو اللہ کریم خفا نہ ہو جائیں اور دوستی میں بال نہ آ جائے۔ اس بات کا ڈر کہ جو تعلق اللہ سے مجھے نبی کریم ﷺ کے طفیل نصیب ہوا ہے اس میں کہیں بال نہ آ جائے، اسے پرہیزگاری کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی تعریف اس چھوٹے سے جملے میں ہو گئی اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا دو لفظ یہ ہیں وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ دو لفظ یہ ہیں۔ ان چار الفاظ کا یہ ایک جملہ ہے، اس میں پوری تشریح ہو گئی کہ ولی اللہ کون ہے۔ ولی ہونے کی دلیل یہ نہیں ہے کہ جسے کشف ہوتا ہے وہ ولی اللہ ہے، اس نے دور کی بات بتا دی یہ ولی اللہ ہے، یہ ہوا میں اڑ سکتا ہے یہ ولی ہے، یہ پانی پہ پیدل چل کر آ سکتا ہے۔ تو یاد رکھیں پانی پر مینڈک بھی تیرتے پھرتے ہیں، ہوا میں گدھیں بھی اڑتی پھرتی ہیں، نجومی بھی جمع تفریق کر کے لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں کہ

تمہارا کل ایسا ہوگا، پرسوں ایسا ہوگا، اگلے سال تمہاری نوکری ہو جائے گی اور اگلے سال تمہاری شادی ہو جائے گی۔ یہ تو وہ بھی کرتے رہتے ہیں، یہ اتفاقات ہیں، اندازے ہیں۔کوئی صحیح ہو جاتا ہے کبھی غلط ہو جاتا ہے یہ سب اندازے ہیں لیکن اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایک چھوٹا سا ایسا جملہ ہے جو ایمان لانے والوں کی نشانی بتاتا ہے کہ جو نہ کسی کی سنتے ہیں، نہ کسی کی مانتے ہیں۔صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنتے ہیں اور وہی مانتے ہیں اور اسی پر انہیں یقین ہے۔

ایسے لوگ آپ کہاں سے لائیں گے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے، اللہ کریم نے ہمیں اسلام عطا فرمایا لیکن ہمیں راستے پر چلتے ٹھوکر لگ جائے تو کہتے ہیں میری بھابھی بڑی خراب ہے اس نے جادو کیا اس لئے مجھے یہ ٹھوکر لگی۔تو پھر تمہارا رب کہاں گیا جو رب العالمین ہے جس پر تمہارا ایمان ہے۔اگر کوئی جادوگر بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے تو پھر تمہارا اللہ کہاں ہے۔حکم تو یہ ہے کہ نقصان ہو جائے تو کہو میرے رب کو یہی منظور تھا۔اس نے جو میرے لئے نصاب بنایا ہے اس میں مجھ پر یہ بیماری بھی آنی تھی، یہ اس کا کام ہے وہ خود ہی ٹھیک بھی کردے گا۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری مرض میں جب مبتلا تھے تو کوئی صحابیؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا، کسی حکیم کو دکھلائیے۔انہوں نے فرمایا، حکیم ہی نے تو بیمار کیا ہے حکیم اس سے بے خبر تو نہیں ہے۔یعنی میرا حکیم تو وہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے جس نے اب تک صحت دی اب اس نے بیماری بھیج دی اب جو وہ فیصلہ چاہے کرے گا۔اب یہاں تو قدم قدم پر اللہ پر یقین ہی اٹھا ہوا نظر آتا ہے۔ہم اپنے گناہوں کیلئے بہانے تراشتے ہیں، جواز تراشتے ہیں، برائی نہیں چھوڑتے، قرآن و حدیث میں تاویلیں کر کے اس کا جواز تلاش کرتے ہیں۔لیکن ایمان اس چیز کا نام ہے کہ اللہ پر مکمل بھروسہ کیا جائے۔مکمل اعتماد کیا جائے اور جائز وسائل اختیار کئے جائیں۔دنیا عالم اسباب ہے، اسباب بھی اسی نے بنائے ہیں، وہی مسبب الاسباب ہے۔اسباب اختیار کئے جائیں لیکن جائز اور ناجائز وسائل کی طرف قطعاً نہ جایا جائے، یہ ایمان ہے۔اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور یہ ایک کیفیت ہے جو ولایت سے نصیب ہوتی ہے۔ہر مومن کو اللہ کی ولایت نصیب ہے۔جو کم کرتا ہے اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔اللہ کی طرف سے ہر مومن کو ولایت کا ایک درجہ نصیب ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ:257) یہاں اللہ نے کوئی تخصیص نہیں کی۔ہر وہ بندہ جو ایمان لاتا ہے وہ اللہ کا ولی ہے، اسے ولایت کا ایک درجہ نصیب ہے۔

اب اس کو بڑھانا یا اسے ختم کر دینا اس کا انحصار اس کے عقیدے اور اس کے کردار پر ہے۔عقیدے میں کمی آئی تو سرے سے گیا۔اعمال میں کمی آئے تو اس دوستی کی کیفیت میں کمی آنی شروع ہوگئی۔تو فرمایا ان چار لفظوں میں ولایت کی ساری تفصیل بتادی۔اللہ کی مرضی، اگر عقیدہ بھی درست ہے، کردار بھی الحمد اللہ سنت کے تابع ہے تو کشف نصیب ہوتا ہے یا کوئی کرامت نصیب ہوتی ہے تو یہ اللہ کی عطا ہے اچھی بات ہے۔اگر عقیدے میں خرابی آگئی، کردار میں خرابی آگئی تو پھر کرامت نہیں ہوتی پھر جو عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں انہیں استدراج کہتے ہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔یعنی یہ یاد رکھا جائے کہ کسی سے عجائبات کا ظہور سند نہیں ہے، ہوسکتا ہے وہ کرامت نہ ہو استدراج ہو۔تو ولایت کی دلیل ہے کہ اس کا عقیدہ خالص اور کھرا ہو اور اس کا عمل اس کے عقیدے کے کھرا ہونے پر گواہ ہو۔؛ فرمایا لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ایسے لوگوں کیلئے تو مبارک ہی مبارک ہے، خوشخبری ہی خوشخبری ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہے لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی وَ لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ فرمایا اور لوگوں کی باتیں آپ کو آزردہ نہ کریں۔لوگ تو اپنی حیثیت اور اپنے ناقص علم اور اپنی ادھوری معلومات کے مطابق باتیں کرتے ہیں۔جو جس کا جی چاہے کہے۔معاملہ جب اللہ سے درست ہے تو لوگوں کا جو جی چاہے کہیں اور

اگر معاملہ اللہ سے خراب ہے تو لوگ ہماری تعریف بھی کرتے رہیں تو کیا ہوگا۔ اب بات اُلٹ گئی ہے، اب ہم یہ چاہتے ہیں، ہر کام میں اکثریت لوگوں کی یہی چاہتی ہے کہ یہ کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ ہر کام میں یہ سوچو کہ یہ کروں گا تو عنداللہ کیا نتیجہ نکلے گا۔ اللہ کریم راضی ہوں گے یا خفا ہوں گے۔ لیکن آپ دیکھ لیجئے اپنے گرد جن کو ایمان ہی نہیں ہے ان کو تو جانے دیجئے جو مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں ان کی اکثریت بھی ہر کام میں یہ سوچتی ہے کہ یہ کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ آج اکثریت کی خواہش ہے کہ لوگ مجھے بہت اچھا کہیں، پارسا کہیں، ولی اللہ کہیں، پیر صاحب کہیں، میرے گھٹنے چومیں۔ لوگو! اللہ کا خوف کرو، معاملہ اللہ سے درست رکھو۔ عوام تو خود بیچارے اپنی ابتلا میں ہیں، اپنے امتحان سامنے ہیں ان کا پتہ نہیں، اپنا کیا ہوگا، آپ کا کیا کریں گے؟ معاملہ اگر اللہ کے ساتھ درست ہے تو جس کا جو جی چاہے کہتا رہے اور اگر اللہ کے ساتھ بگڑ گئی تو لوگ ساتھ بھی رہے تو کیا کر لیں گے۔ سو فرمایا وَ لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ آپ کو ان کی خرافات پریشان نہ کریں، انہیں کوئی اہمیت نہ دیں اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ساری کی ساری عزت اللہ کی ہے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (المنافقون) اللہ کیلئے ہے عزت اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور اللہ کے ایماندار بندوں کیلئے ہے۔ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لوگوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نہ عزت دے سکتے ہیں نہ ذلت۔ لوگوں کا کیا ہے؟ لوگ جب سامنے جاتے ہیں تو اور باتیں کرتے ہیں پیٹھ پیچھے ہوتے ہیں تو اور کرتے ہیں۔ لوگ سامنے کھڑے ہوئے امراء کے دروازے پہ پہرے دے رہے ہوتے ہیں کہ ان کی جان کو کوئی خطرہ نہ ہو اور دل میں سوچ رہے ہوتے ہیں کہ یہ موذی مرجاتا تو مصیبت چھوٹتی، میری سختی آئی ہوئی ہے۔ لوگوں کا کیا ہے۔ لوگ ظاہراً کچھ کہتے ہیں، اندر کچھ کہتے ہیں۔ سامنے کچھ کہتے ہیں بعد میں کچھ کہتے ہیں۔ فرمایا: یہ سب فضول باتیں ہیں کسی کی بات کا دکھ نہ کیجئے اس لئے کہ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ساری کی ساری عزت اللہ کریم کے دست قدرت میں ہے وہ جسے چاہے عزت دے دے اور جسے نہ چاہے، نہ دے۔ لوگ کسی کو عزت یا ذلت نہیں دے سکتے۔ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہ کسی بات سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ سن رہا ہے، اور جانتا بھی ہے۔ اللہ ہر بات کو، ہر کام کو دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے اور جانتا بھی ہے۔ یہ بھی جانتا ہے کہ کون کس خلوص سے کر رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون دکھاوے کیلئے کر رہا ہے۔ کس کے دل میں کیا ہے، کس کے دماغ میں کیا ہے، کس کی نیت میں کیا ہے، ہر چیز سے وہ واقف ہے۔ تو ولایت یہ ہے کہ توحید باری پر، ضروریات دین پر یقین ہو اور تقویٰ ہو یعنی عمل اس بات کا گواہ ہو کہ جو وہ کر رہا ہے یہ اللہ کے روبرو کر رہا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر رہا ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ضرورت رشتہ

لڑکی۔ MSC Chemistry، برسرروزگار، نیک سیرت، سلسلہ عالیہ کی ساتھی کیلئے سلسلہ عالیہ سے منسلک لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

خواہش مند حضرات اس نمبر پر رابطہ کریں

انجینئر حافظ طاہر 0333-5249385

ضرورت رشتہ

2 بہنیں جن کی عمریں بالترتیب 22 اور 21 سال ہیں تعلیم M.A.,B.ED اور B.A ہے قد 5.5 انچ اور 5.2 انچ، شرعی پردہ کی حامل، ذات کی کوئی قید نہیں۔

سلسلہ عالیہ کے خواہشمند ساتھی اس نمبر پر رابطہ کریں

عبدالخالق

0313-7938087

0312-7246053

اسراء اور معراج

مولانا صفی الرحمان مبارک پوری کی انعام یافتہ کتاب "رحیق مختوم" سے ماخوذ

نبی ﷺ کی دعوت و تبلیغ ابھی کامیابی اور ظلم و ستم کے اس درمیانی مرحلے سے گزر رہی تھی اور افق کی دور دراز پہنائیوں میں دھندلے تاروں کی جھلک دکھائی پڑنا شروع ہو چکی تھی کہ اسراء اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔ یہ معراج کب واقع ہوئی؟ اس بارے میں اہل سیر کے اقوال مختلف ہیں جو یہ ہیں؟

1۔ جس سال آپ ﷺ کو نبوت دی گئی اسی سال معراج بھی واقع ہوئی (یہ طبری کا قول ہے)

2۔ نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی (اسے امام نووی اور امام قرطبی نے راجح قرار دیا ہے)

3۔ نبوت کے دسویں سال ۲۷ رجب کو ہوئی (اسے علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے)

4۔ ہجرت سے سولہ مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔

5۔ ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال محرم میں ہوئی۔

6۔ ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

ان میں سے پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں مانے جا سکتے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت معراج کی رات ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی اور معلوم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی تھی لہٰذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہوگا اس سے پہلے کا نہیں۔ باقی رہے اخیر کے تین اقوال تو ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کیلئے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ البتہ سورہ اسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔

ائمہ حدیث نے اس واقعے کی جو تفصیلات روایت کی ہیں ہم اگلی سطور میں ان کا حاصل پیش کر رہے ہیں۔ (زاد المعاد، مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ، رحمۃ اللعالمین)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی پھر آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔

اس کے بعد اسی رات آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ آپ ﷺ کیلئے دروازہ کھولا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ سلام کا جواب دیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو ان کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحیں دکھلائیں۔

پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا۔ دونوں سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا، مبارک باددی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باددی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا، اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا۔ اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باددی اور اقرار نبوت کیا۔

پھر آپ ﷺ کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ انہوں نے مرحبا کہا، اور اقرار نبوت کیا۔ البتہ جب آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باددی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔

پھر آپ ﷺ کیلئے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔ پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پچاس نمازوں کا؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے پروردگار کے پاس واپس جایئے اور اپنی امت کیلئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا گویا ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں، اگر آپ ﷺ چاہیں۔ اس کے بعد حضرت جبریل آپ ﷺ کو جبار تبارک تعالیٰ کے حضور لے گئے، اور وہ اپنی جگہ تھا۔ بعض طرق میں صحیح بخاری کا لفظ یہی ہے اس نے دس نمازیں کم کردیں اور آپ ﷺ نیچے لائے گئے جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عزوجل کے درمیان آپ ﷺ کی آمدورفت برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔ اس کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو واپسی اور طلب تخفیف کا مشورہ دیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اب مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہورہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ پھر جب آپ ﷺ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کردیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۔

(زادالمعاد/48:47)

اس کے بعد ابن قیم نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب تبارک تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں؟ پھر امام ابن تیمیہ کی ایک تحقیق ذکر کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کا سرے سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ کوئی صحابی اس کا قائل ہے: اور ابن عباس سے مطلقاً دیکھنے اور دل سے دیکھنے کے جو دو قول منقول ہیں۔ ان میں سے پہلا دوسرے کے منافی نہیں اس کے بعد امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ سورۂ نجم میں اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے:۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی (۸،۵۳) ''پھر وہ نزدیک آیا اور قریب تر ہو گیا''

تو یہ اس قربت کے علاوہ ہے جو معراج کے واقعے میں حاصل ہوئی تھی کیونکہ سورۂ نجم میں جس قربت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کی قربت و تدّلی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے؟ اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے برخلاف حدیث معراج میں جس قربت و تدلی کا ذکر ہے اس کے بارے میں صراحت ہے کہ یہ رب تبارک و تعالیٰ سے قربت و تدلی تھی اور سورۂ نجم میں اس کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں گیا ہے۔ بلکہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور یہ حضرت جبریلؑ تھے۔ انہیں محمد ﷺ نے ان کی اپنی شکل میں دو مرتبہ دیکھا تھا ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ واللہ اعلم:۔ (زاد المعاد۔صحیح بخاری صحیح مسلم)

اس دفعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شق صدر (سینہ چاک کئے جانے) کا واقعہ پیش آیا۔ اور آپ ﷺ کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھلائی گئیں۔

آپ ﷺ پر دودھ اور شراب پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ اختیار فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کو فطرت کی راہ بتائی گئی، یا آپ ﷺ نے فطرت پالی۔ اور یاد رکھئے کہ اگر آپ ﷺ نے شراب لی ہوتی تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

آپ ﷺ نے جنت میں چار نہریں دیکھیں، دو ظاہری اور دو باطنی، ظاہری نہریں نیل و فرات تھیں۔ (اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت نیل و فرات کی شاداب وادیوں کو اپنا وطن بنائے گی، یعنی یہاں کے باشندے نسلاً بعد نسل مسلمان ہوں گے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں نہروں کے پانی کا منبع جنت میں ہے۔ واللہ اعلم)

آپ ﷺ نے مالک، داروغہ جہنم کو بھی دیکھا۔ وہ ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی، آپ ﷺ نے جنت و جہنم بھی دیکھی۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے جو دوسری جانب ان کے پاخانے کے راستے سے نکل رہے تھے۔

آپ ﷺ نے سود خوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے تھے اور جب آل فرعون کو آگ پیش کرنے کیلئے لے جایا جاتا تو ان کے پاس سے گزرتے وقت انہیں روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے زناکاروں کو بھی دیکھا۔ ان کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت تھا اور اسی کے پہلو بہ پہلو سڑا ہوا چھچھڑا بھی تھا۔ یہ لوگ تازہ اور فربہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا چھچھڑا کھا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے ان عورتوں کو دیکھا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں۔ (یعنی دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے) آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انہیں آسمان و زمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے آتے جاتے ہوئے اہل مکہ کا ایک قافلہ بھی دیکھا اور انہیں ان کا ایک اونٹ بھی بتایا جو بھڑک کر بھاگ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کا پانی بھی پیا جو ایک ڈھکے ہوئے برتن میں رکھا تھا۔ اس وقت قافلہ سو رہا تھا: پھر آپ ﷺ نے اسی طرح برتن ڈھک کر چھوڑ دیا اور یہ بات معراج کی صبح آپ ﷺ کے دعویٰ کی صداقت کی ایک دلیل ثابت ہوئی! (ابن شام۔ زاد المعاد، کتب تفاسیر)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی اور اپنی قوم کو ان بڑی بڑی نشانیوں کی خبر دی جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو دکھلائی تھیں تو قوم کی تکذیب اور اذیت وضرر رسانی میں اور شدت آگئی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ بیت المقدس کی کیفیت بیان کریں۔ اس پر اللہ نے آپ ﷺ کیلئے بیت المقدس کو ظاہر فرما دیا۔ اور وہ آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے آگیا، چنانچہ آپ ﷺ نے قوم کو اس کی نشانیاں بتلانا شروع کیں اور ان سے کسی بات کی تردید نہ بن پڑی۔ آپ ﷺ نے جاتے اور آتے ہوئے ان کے قافلے سے ملنے کا بھی ذکر فرمایا اور بتلایا کہ اس کی آمد کا وقت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کی بھی نشاندہی کی جو قافلے کے آگے آگے آ رہا تھا، پھر جیسا کچھ آپ نے بتایا تھا ویسا ہی ثابت ہوا لیکن ان سب کے باوجود ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ اور ان ظالموں نے کفر کرتے ہوئے کچھ بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ (زاد المعاد۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

کہا جاتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر صدیق کا خطاب دیا گیا کیونکہ آپ نے اس واقعے کی اس وقت تصدیق کی جبکہ اور لوگوں نے تکذیب کی تھی۔

معراج کا فائدہ بیان فرماتے ہوئے جو سب سے مختصر اور عظیم بات کہی گئی وہ یہ ہے!

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (سورۃ بنی اسرائیل ۔ 1) ''تاکہ ہم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں''۔

اور انبیاء کرام کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ارشاد ہے! کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (۶:۷۵) ''اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کا نظام سلطنت دکھلایا۔ اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو''۔

اور موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:۔ لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی (۲۰:۲۳) '' تاکہ ہم تمہیں اپنی کچھ بڑی نشانیاں دکھلائیں''۔

پھر ان نشانیوں کے دکھلانے کا جو مقصود تھا اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد وَ لِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو) کے ذریعے واضح فرما دیا۔ چنانچہ جب انبیاء کرام کے علوم کو اس طرح کے مشاہدات کی سند حاصل ہو جاتی تھی تو انہیں عین الیقین کا وہ مقام حاصل ہو جاتا تھا جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اللہ کی راہ میں ایسی ایسی مشکلات جھیل لیتے تھے جنہیں کوئی اور جھیل ہی نہیں سکتا۔ درحقیقت ان کی نگاہوں میں دنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی مچھر کے پر کے برابر حیثیت نہیں رکھتی تھیں اسی لیے وہ ان قوتوں کی طرف سے ہونے والی سختیوں اور ایذا رسانیوں کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔

اس واقعۂ معراج کی جزئیات کے پس پردہ مزید جو حکمتیں اور اسرار کارفرما تھے ان کی بحث کا اصل مقام اسرار شریعت کی کتابیں ہیں البتہ چند موٹے موٹے حقائق ایسے ہیں جو اس مبارک سفر کے سرچشموں سے پھوٹ کر سیرت نبوی کے گلشن کی طرف رواں دواں ہیں اس لیے یہاں مختصراً انہیں قلمبند کیا جا رہا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اسراء میں اسراء کا واقعہ صرف ایک آیت میں ذکر کر کے کلام کا رخ یہود کی سیاہ کاریوں اور جرائم کے بیان کی جانب موڑ دیا ہے، پھر انہیں آگاہ کیا ہے کہ یہ قرآن اس راہ کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھی اور صحیح راہ ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو بسا اوقات

شبہ ہوتا ہے کہ دونوں باتیں بے جوڑ ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالٰی اس اسلوب کے ذریعے یہ اشارہ فرما رہا ہے کہ اب یہود کو نوع انسانی کی قیادت سے معزول کیا جانے والا ہے کیونکہ انہوں نے ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے جن سے ملوث ہونے کے بعد انہیں اس منصب پر باقی نہیں رکھا جاسکتا؛ لہٰذا اب یہ منصب رسول اللہ ﷺ کو سونپا جائے گا اور دعوت ابراہیمی کے دونوں مراکز ان کے ماتحت کر دیئے جائیں گے۔ بالفاظ دیگر اب وقت آگیا ہے کہ روحانی قیادت ایک امت سے دوسری امت کو منتقل کر دی جائے یعنی ایک ایسی امت سے جس کی تاریخ غدر وخیانت اور ظلم و بدکاری سے بھری ہوئی ہے، یہ قیادت چھین کر ایک ایسی امت کے حوالے کر دی جائے جس سے نیکیوں اور بھلائیوں کے چشمے پھوٹیں گے اور جس کا پیغمبر سب سے زیادہ درست راہ بتانے والے قرآن کی وحی سے بہرہ ور ہے۔

لیکن یہ قیادت منتقل کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس امت کا رسول مکے کے پہاڑوں میں لوگوں کے درمیان ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے؟ اس وقت یہ ایک سوال تھا جو ایک دوسری حقیقت سے پردہ اٹھا رہا تھا اور وہ حقیقت یہ تھی کہ اسلامی دعوت کا ایک دور اپنے خاتمے اور اپنی تکمیل کے قریب آلگا ہے اور اب ایک دوسرا دور شروع ہونے والا ہے جس کا دھارا پہلے سے مختلف ہوگا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آیات میں مشرکین کو کھلی وارننگ اور سخت دھمکی دی گئی ہے۔ ارشاد ہے

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِکَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (بنی اسرائیل:۱۶:۱۷)

"اور جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے اصحاب ثروت کو حکم دیتے ہیں مگر وہ کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ پس اس بستی پر (تباہی کا) قول برحق ہو جاتا ہے اور ہم اسے کچل کر رکھ دیتے ہیں؟

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (بنی اسرائیل:۱۷،۱۷)

"اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو تباہ کر دیا، اور تمہارا رب اپنے بندوں کے جرائم کی خبر رکھنے اور دیکھنے کیلئے کافی ہے"۔

پھر ان آیات کے پہلو بہ پہلو کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن میں مسلمانوں کو ایسے تمدنی قواعد وضوابط اور دفعات ومبادی بتلائے گئے ہیں جن پر آئندہ اسلامی معاشرے کی تعمیر ہونی تھی۔ گویا اب وہ کسی ایسی سر زمین پر اپنا ٹھکانا بنا چکے ہیں، جہاں ہر پہلو سے ان کے معاملات ان کے اپنے ہاتھ میں ہیں اور انہوں نے ایک ایسی وحدت متماسکہ بنالی ہے جس پر سماج کی چکی گھوما کرتی ہے لہٰذا ان آیات میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب ایسی جائے پناہ اور امن گاہ پالیں گے جہاں آپ ﷺ کے دین کو استقرار نصیب ہوگا۔

یہ اسراء و معراج کے بابرکت واقعے کی تہ میں پوشیدہ حکمتوں اور رازہائے سربستہ میں سے ایک ایسا راز اور ایک ایسی حکمت ہے جس کا ہمارے موضوع سے براہ راست تعلق ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اسے بیان کر دیں۔ اسی طرح کی دو بڑی حکمتوں پر نظر ڈالنے کے بعد ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسراء کا یہ واقعہ یا تو بیعت عقبہ اولیٰ سے کچھ ہی پہلے کا ہے یا عقبہ کی دونوں بیعتوں کے درمیان کا ہے۔ واللہ اعلم!

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی (1)۔ تعلیم: M.A-MED (ترجمہ وتفسیر)، صوم وصلوٰۃ کی پابند، خوبصورت، خوب سیرت، دراز قد، سلیقہ شعار، سلسلہ عالیہ سے منسلک، عمر 26 سال، قوم: مغل

(2)۔ تعلیم: ایف اے، خوبصورت، سلیقہ شعار، سلسلہ عالیہ سے منسلک، عمر: 30 سال، قوم: مغل، طلاق یافتہ کیلئے تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

فیصل آباد اور اس کے گردونواح سے تعلق رکھنے والوں کو ترجیح دی جائیگی

برائے رابطہ:۔ 0334-7902269—0321-6263577

حقوق والدین

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کی کتاب ”حقوق والدین“ سے مرتب کیا گیا

سورہ بنی اسرائیل آیت (۲۵۔۲۳)

• ترجمہ:۔ اور آپ کے پروردگار نے حکم کر دیا ہے کہ اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اگر تمھارے پاس ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں سے ناپسندیدہ بات نہ کہو اور ان کو نہ جھڑکو اور ان سے بہت اچھے انداز سے بات کرو۔ اور عاجزی اور انکساری سے ان کے آگے جھکے رہو اور (ان کے حق میں) دعا کرو، اے میرے پروردگار! جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا آپ ان دونوں پر رحمت فرمائیے تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو گے تو بے شک وہ رجوع کرنے والوں (توبہ کرنے والوں) کو معاف فرما دیتا ہے۔ از اکرم التراجم)

حقوق اللہ میں سب سے مقدم توحید باری تعالیٰ ہے جس نے توحید باری ہی کو کھو دیا اور عقیدہ درست نہ رکھا وہ بھلا اور کیا اطاعت کر سکے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے کہ تیرے پروردگار نے یہ طے فرما دیا کہ اسکی ذات کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

ماں باپ کے حقوق:۔

جس طرح کتاب اللہ میں والدین سے حسنِ سلوک کا حکم ہے اسی طرح حدیث شریف میں اس کے بے پناہ فضائل ارشاد ہوئے ہیں ۔ بلکہ یہاں تک ارشاد ہے کہ والدین تیری جنت یا دوزخ ہیں یعنی ان کی اطاعت میں جنت اور بے ادبی میں دوزخ ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ سب گناہوں کی سزا مؤخر ہو سکتی ہے مگر والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔

اللہ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت نہ ہوگی

یہ بات متفق علیہ ہے کہ والدین کی اطاعت بھی صرف جائز امور میں ہوگی۔ گناہ یا اللہ کی نافرمانی میں جائز نہ ہوگی

والدین سے حسنِ سلوک کے لئے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں:۔

والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو بھی ان کی خدمت کرنا فرض ہے حتیٰ کی انکی ہدایت کے لئے یا دُنیا کے بہتری کے لیے دعا بھی کی جانی چاہیئے اور اگر والدین اجازت نہ دیں تو جو کام فرضِ عین نہ ہو اس کا کرنا درست نہ ہوگا جیسے جہاد اگر فرضِ عین نہ ہو فرضِ کفایہ ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔

حضرتِ اسماء بنتِ ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں حضور اکرم ﷺ نے قریش مکہ سے صلح کر رکھی تھی (یعنی صلح حدیبیہ) اس زمانہ میں میری والدہ میرے پاس (مدینہ منورہ آئیں) اس وقت وہ مشرک تھیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور انکی خواہش ہے کہ میں مال سے ان کی خدمت کروں (اس کے بارے کیا ارشاد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم شریف)

علمِ دین اور تبلیغ

اگر بقدر فرض علمِ دین حاصل ہو عالم بننے کے لئے یا دین کی تبلیغ کے لئے والدین کی اجازت کے بغیر سفر جائز نہ ہوگا۔ یہی حال ان

لوگوں کا ہے جو ازواج یا اولاد کی ذمہ داری ادھوری چھوڑ کر جوان کا حق ہے۔تبلیغ کا بہانہ کرتے ہیں اور سفر کے لئے نکل جاتے ہیں۔

والدین کے دوستوں سے معاملہ

والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے احباب سے اچھا معاملہ بھی کرے جیسا کہ انکی حیات میں کرنا ضروری ہے بلکہ یہاں تک ہے کہ آپ ﷺ تو اپنی محبوب بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی انکی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

اولاد اور اس کا مال دونوں والدین ہی کے ہیں

والدین اولاد کا مال اسکی اجازت کے بغیر بھی لے سکتے ہیں کہ وہ انھی کا ہے جیسے ایک شخص کے والد کی شکایت پر کہ اس نے میرا مال لے لیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال بھی سب باپ ہی کا ہے۔تو فرمایا وہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بوجھ نہ سمجھ اور نہ ہی انکی خدمت میں کوتاہی کر، نہ سخت لہجہ اختیار کر بلکہ اُف تک مت کر اور انھیں سخت الفاظ مت کہہ بلکہ ہمیشہ لطف و محبت سے بات کیا کرو اور انکی خدمت کے لئے ہر آن خود کو تیار رکھو اور محبت و شفقت سے ان کی خدمت میں جھکے جھکے رہو اور ان کا حق بنتا ہے کہ ان کے لئے دعا بھی کیا کرو کہ اے پروردگار جس طرح انہوں مجھے میرے بچپن میں آرام پہنچایا تو انہیں بڑھاپے اور کمزوری میں اپنی رحمت سے نواز۔اللہ کریم تمھارے دلوں کے بھید جانتے ہیں اگر دانستہ یا غلطی سے کوئی گستاخی سرزد ہو بھی گئی مگر دلی طور پر ایسا کرنا نہ چاہتا ہو اللہ کریم خوب جانتے ہیں، ارادہ نیک رکھو تو کوتاہی معاف فرما دیتے ہیں۔جب انسان کو احساسِ ندامت ہو اور اس سے باز آجائے۔

والدین کے بعد قرابتداروں کا حق ہے کہ ان سے حسنِ سلوک کیا جائے اگر محتاج ہوں تو مال سے اُن کی محتاجی دور کی جائے ورنہ عزت و احترام ان پر احسان نہیں ان کا حق ہے۔ایسے ہی مساکین و غرباء کا خیال رکھو کہ ان سے شفقت ان کی دیکھ بھال اور ان کی مالی مدد یہ سب ان کا حق ہے جو ایک مسلمان کے ذمہ ہے اور مسافر غریب الوطن بھی تمھارے حسنِ سلوک کے مستحق ہیں۔اللہ کریم نے انکی خدمت بقدرِ استطاعت ان کا حق قرار دی ہے۔ان پر احسان نہیں جتایا جا سکتا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو بے موقع اور غیر ضروری امور میں خرچ مت کرو کہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں محض اپنی بڑائی منوانے کو اللہ کا دیا ہوا مال ناجائز امور اور غلط مواقع پہ ضائع کرتے ہیں۔اور شیطان تو اپنے پروردگار کا نافرمان ہے۔ہاں اپنی جائز خواہشات کو اپنی حیثیت کے مطابق پورا کرنا فضول خرچی میں داخل نہ ہوگا لیکن اگر تمھارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو کہ کسی مستحق کی مدد کر سکو تو ان سے بہت نرم لہجے میں اور شفقت و محبت سے بات کرو سختی سے یا ڈانٹ کر مت بولو کہ اسلامی اخلاق کو تو ضائع نہ ہونے دو اور مال خرچ کرنے میں حسنِ انتظام کا اہتمام کرو کسی بدنظمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔تفسیرِ ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پہ اُٹھائے ہوئے طواف کر رہا تھا اس نے حضورِ اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔تفسیرِ ابنِ کثیر ص۔۳۵-ج-۳

حضرت امام بخاریؒ نے الادب المفرج میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں رہتے تھے اور ان کی والدہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہتی تھیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گھر سے نکل کر کہیں جانا چاہتے تھے تو والدہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے تھے۔السلام علیک یا أمتاہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ (اے امی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں) وہ جواب میں فرماتی تھیں و علیک یا بنی میرے بیٹے! (تجھ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں) اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے تھے۔ رحمک اللہ کَمَا رَبَّیْتَنِیْ صَغِیْرًا (اللہ کی آپ پر رحمت ہو جیسا کہ آپ

نے مجھے چھوٹے سے کو پالا) وہ اس کے جواب میں فرماتی تھیں رحمک اللہ کما بررتی کبیرا (اللہ تم پر بھی رحم فرمائے جیسا کہ تم نے بڑے ہوکر میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔

سعادت مند آدمی اللہ جل شانہٗ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور والدین کے حقوق بھی اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں انکے شکر کے ساتھ نعمتوں کا شکر بھی ادا کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے والدین کو دی گئیں کیونکہ والدین کے واسطے سے بھی اس پر نعمتیں ہوتی ہیں اور بہت سی والدین سے منتقل ہوکر اولاد کو مل جاتی ہیں۔

ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کے فضائل اور فوائد کے بیان میں

ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا کیا مرتبہ ہے؟

حدیث مبارکہ نمبر1

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ سب کاموں میں اللہ جل شانہ کو کون سا کام زیادہ پیارا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بروقت نماز پڑھنا (جو اس کا وقتِ مستحب ہے) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حُسن، سلوک کا برتاؤ کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ پیارا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (سوال وجواب نقل کر کے) حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ (میرے سوالات کے جوابات میں) حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے یہ باتیں بیان فرمائیں، اور اگر میں اور زیادہ دریافت کرتا تو آپ ﷺ برابر جواب دیتے رہتے۔(مشکوٰۃ المصابیح، ص۵۸، از بخاری ومسلم شریف)

تشریح:۔اس حدیثِ پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل بروقت نماز پڑھنا ہے، اور اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے۔ پھر تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرمایا معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

احادیث شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو بِر سے اور بُرے برتاؤ کو عقوق سے تعبیر فرمایا ہے، اور دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے تعلق رکھنے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، بِر حُسن سلوک کو اور حقوق بدسلوکی اور ایذارسانی کے لئے بولا جاتا ہے، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بِر احسان (یعنی اچھی طرح سے پیش آنے) کو کہتے ہیں، جو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور اس کی ضد حقوق ہے، والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بُری طرح پیش آنے اور اُن کے حقوق ضائع کرنے کو عقوق کہا جاتا ہے۔

بر اور عقوق کے علاوہ دو لفظ اور ہیں، اول، صِلۃ الرحم اور دوسرا قطیعۃ الرِحم، ملاعلی قاریؒ صلہ رحمی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ نسب اور سُسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے، اُن کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو، اور اُن کے احوال کی رعایت ہو، اور قطع رحمی اس کی ضد ہے، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے وہ اس تعلق کو جوڑتا ہے، جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے (اس لئے اس کے واسطے لفظ صلہ استعمال کیا گیا، جو وصل سے لیا گیا ہے) اور جو شخص بدسلوکی کرتا ہے وہ اس تعلق کو کاٹ دیتا ہے جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے، اس لئے اس کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حُسنِ سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھا جائے

حدیث مبارکہ نمبر 2۔ ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے جواب میں حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری والدہ، حُسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمھاری والدہ، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمھاری والدہ، سوال کرنے والے نے عرض کیا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمھارا باپ، اور ایک روایت میں ہے کی آپ ﷺ نے والدہ کے بارے میں تین بار فرمایا کہ تیرے حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر باپ کا ذکر فرمایا کہ وہ ماں کے بعد حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر فرمایا کہ باپ کے بعد رشتہ داروں میں سب سے زیادہ جو قریب تر ہو اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، اور پھر اس کے بعد جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۸، از بخاری و مسلم شریف)

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں کو بتایا ہے، کیونکہ وہ حمل اور وضع حمل اور پرورش کرنے اور بچہ کی خدمت میں لگی رہتی ہے سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے، اور ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی حُسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ اپنی حاجتوں کے لئے وہ کسبِ معاش نہیں کر سکتی، باپ تو باہر نکل کر کچھ نہ کچھ کر بھی سکتا ہے لہٰذا حُسن سلوک میں ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا گیا، ماں کے بعد باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کا درجہ بتایا اور باپ کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا، اور اس میں رشتہ داری کی حیثیت کو معیار بنایا، کہ جس سے رشتہ داری جس قدر قریب تر ہو اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے۔

فضائلِ صدقات میں ہے کہ اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حُسنِ سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصہ ہے اور باپ کا ایک حصہ، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا، اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے، حمل کی، جننے کی، دودھ پلانے کی، اسی وجہ سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے، البتہ اعزاز اور ادب و تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے، (مظاہر حق)

ماں باپ ذریعہ جنت اور ذریعہ دوزخ ہیں

حدیثِ مبارکہ نمبر 3۔ ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت یا تیری جہنم ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۱، از ابن ماجہ شریف)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرتے رہو، زندگی بھر ان کے آرام و راحت کا دھیان رکھو، جان و مال سے ان کی فرمانبرداری میں لگے رہو، تمھارا یہ عمل جنت میں جانے کا سبب بنے گا اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی، ان کو ستایا دُکھ دیا تو تمھارے لئے وہ دوزخ کے داخلہ کا سبب بنیں گے۔

اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے

حدیث مبارکہ نمبر 4۔ ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رضامندی ماں باپ کی رضامندی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (درمنثور ص ۱۴۲ ج ۴ از حاکم و بیہقی شریف)

تشریح:۔یعنی ماں باپ کو راضی رکھا تو اللہ پاک بھی راضی ہے اور ماں باپ کو ناراض کیا تو اللہ بھی ناراض ہوگا، کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے ماں باپ کو راضی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، جب ماں باپ کو ناراض رکھا تو اللہ کے حکم کی نافرمانی ہوئی، جو اللہ جل شانہٗ کی ناراضگی کا باعث ہوئی، واضح رہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ ماں باپ کسی ایسے امر کے نہ کرنے سے ناراض ہوں جو خلافِ شرع نہ ہو، اگر خلافِ شرع کسی کام کا حکم دیں تو ان کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے، اگر اس پر وہ ناراض ہو جائیں تو ناراض ہونے کی پرواہ نہ کرے، کیونکہ ان کی ناراضگی سے اللہ جل شانہٗ ناراض نہ ہوں گے بلکہ راضی ہوں گے،

والد جنت کے دروازوں میں سب سے بہتر دروازہ ہے

حدیث مبارکہ نمبر 5۔ترجمہ:۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ (یعنی سب سے اچھا) دروازہ ہے، اب تو (اس کی فرمانبرداری کر کے) اس دروازہ کی حفاظت کر یا نافرمانی کر کے اسے ضائع کر دے۔ (درمنثور، ص ۱۷۳ ج ۴، از حاکم، بیہقی شریف)

ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھنا مقبول حج کے برابر ہے

حدیث مبارکہ نمبر 6۔ترجمہ:۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہٗ اس کے لئے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں، حضراتِ صحابہؓ نے عرض کیا، اگرچہ روزانہ سو ۱۰۰ مرتبہ نظر کرے (تب بھی یہی بات ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! اللہ بہت بڑا ہے (جو کسی کو دینا چاہے دے سکتا ہے، اُسے کوئی روکنے والا نہیں) اور وہ بہت زیادہ پاک ہے (اس کی طرف نقصان اور کمی کی نسبت کسی طرح درست نہیں) (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۱ از بیہقی)

تشریح:۔تفسیر درمنثور میں بروایت ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جب اولاد اپنے باپ کی طرف نظر ڈالے جس سے وہ خوش ہو تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ ۲۶۰ مرتبہ دیکھے؟ فرمایا اللہ (اس سے) بہت بڑا ہے (کہ اس کی طرف کسی طرح کے نقصان یا عیب کی نسبت کی جائے، یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہر نظر پر اس کو اتنا بڑا ثواب عنایت فرما دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے، (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن کی طرف دیکھنا عبادت ہے، جس بھائی سے اللہ کے لئے محبت ہو اس پر نظر ڈالنا عبادت ہے، (درمنثور، ص ۱۷۳ ج ۴، از بیہقی)

ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ تو تمھاری اولاد تمھارے ساتھ حُسنِ سلوک کرے گی

حدیث مبارکہ نمبر 7۔ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز کر کے پاک دامن رہو ایسا کرنے سے تمھاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اور اپنے باپوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو ایسا کرنے سے تمھارے بیٹے تمھارے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ کریں گے۔ اور جس شخص کے پاس اس کا (مسلمان بھائی معذرت خواہی کے لئے آئے تو اس کی معذرت قبول کرے خواہ وہ حق پر خواہ ناحق پر، اگر ایسا نہ کیا (یعنی معذرت قبول نہ کی) تو میرے حوض (کوثر) پر نہ آئے گا۔ (متدرک حاکم، ص ۱۵۴ ج ۴)

(جاری ہے)

خواتین کا صفحہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب: نام ہند، کنیت ام سلمہؓ، قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھیں۔نسب نامہ یہ ہے، ہند بنت مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

والدہ کا نام: عاتکہ بنت عامر تھا اور وہ خاندان فراس سے تھیں۔

والد کی نیک نامی: حضرت ام سلمہؓ کے والد ابوامیہ ایک دولت منداور بے حد فیاض شخص تھے۔ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔بیسیوں لوگ ان کے دسترخوان پر پلتے تھے۔اگر کبھی سفر بھی کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کی خوراک اور دوسری ضروریات کی کفالت ان ہی کے ذمہ ہوتی۔اسی فیاضی کی بدولت قریش نے انھیں ''زادالراکب'' کا لقب دے رکھا تھا۔وہ تمام قریش میں بہت عزت و احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔(اصابہ ج ۸ ص: ۲۴۰) حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کی آغوش میں نہایت ناز ونعمت سے پرورش پائی۔

پہلا نکاح: حضرت ام سلمہؓ کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عبدالاسد سے جو زیادہ تر ابوسلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں سے ہوا۔جو کہ آنحضرتؐ کے رضاعی بھائی تھے۔

اسلام: حضرت ام سلمہؓ آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں۔آپؓ کے شوہر نہایت صالح فطرت رکھنے والے انسان تھے۔جب رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ حق کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ ان کی پاکباز طبیعت اس سے متاثر نہ ہوتی۔آپؓ نے اپنے قبیلے کی مخالفت اور دوسرے مصائب کے باوجود اسلام قبول کرلیا۔ام سلمہؓ بھی اسی زمانہ میں دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوئیں۔اور دونوں میاں بیوی کو سابقون الاولون بننے کا شرف حاصل ہوا۔جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی کفار بھی اپنی ایذارسانیوں میں اضافہ کرتے جاتے۔ان سعید روحوں نے اسلام کی خاطر بڑی مصیبتیں اٹھائیں لیکن ان کے قدوم جادۂ حق سے ذرہ برابر نہ ڈگمگائے۔جب کفار کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو رسول اللہؐ نے اجازت دے دی کہ جو اپنے دین اور اپنی جان کے بچاؤ کیلئے ہجرت کرنا چاہے وہ ملک حبش کو چلا جائے جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت ہے (تذکار صحابیات)

ہجرت حبشہ: بعض روایتوں کے مطابق دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کچھ مدت وہاں گزارنے کے بعد واپس مکہ آ گئے۔اور پھر یہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت مدینہ: اہل سیر کے نزدیک حضرت ام سلمہؓ وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ان کی ہجرت کا واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔حضرت ام سلمہؓ اپنے بچہ سلمہؓ اور شوہر کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئیں۔اس وقت ابوسلمہؓ کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو سوار کیا اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چل پڑے۔ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حضرت ام سلمہؓ کے قبیلہ والوں نے مزاحمت کی۔بنو مغیرہ نے اونٹ کو گھیرے میں لے لیا۔ابوسلمہؓ سے کہا تم جا سکتے ہو لیکن ہماری بیٹی تمھارے ساتھ نہیں جاسکتی۔یہ کہہ کر انہوں نے زبردستی اونٹ کی نکیل ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے لے لی اور ام سلمہؓ کو اپنے ساتھ لے چلے۔

اتنے میں ابوسلمہؓ کے خاندان والے یعنی بنوعبدالاسد آن پہنچے انہوں نے ام سلمہؓ کے بچے پر قبضہ کرلیا کہ تم اپنی لڑکی لے جاؤ۔ لیکن ہم اپنے قبیلے کا بچہ تمہیں نہیں دیں گے۔ ابوسلمہؓ سے کہا تو اکیلا جہاں چاہے جاسکتا ہے۔ حضرت ابوسلمہؓ بیوی اور بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ام سلمہؓ بنومغیرہ کے پاس اور بچہ بنوعبدالاسد کے پاس تھا۔ گویا حق کی خاطر تینوں جدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کو فطری طور پر شوہر اور بچے کی جدائی کا بہت صدمہ تھا۔ وہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور ہر روز صبح سے شام تک ابطح میں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتیں۔ پورا ایک سال ایسے گزر گیا ایک دن بنومغیرہ کے ایک صاحب اثر اور رحم دل شخص کو (بمطابق "تذکارِ صحابیات" وہ ان کے چچازاد بھائی تھے) کو ان کے حال پہ ترس آیا اس نے اپنے قبیلے والوں کو جمع کیا اور کہا، یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے ہم کب تک اس کو اس کے شوہر اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنومغیرہ! بخدا ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔ اس نیک دل آدمی کی پر اثر باتیں سن کر لوگوں کو بھی رحم آیا اور انہوں نے ام سلمہؓ کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ جاسکتی ہیں۔ لیکن جب بنوعبدالاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہیں بھی ترس آیا اور انہوں نے بچہ ام سلمہؓ کے پاس بھیج دیا۔ روانگی کی اجازت ملی تو وہ بچہ گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہوگئیں اور مدینہ کا راستہ لیا۔ حالانکہ وہ بالکل تنہا تھیں۔

راستے میں تنعیم کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی ملا۔ وہ عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ تھے (جو کہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ بمطابق۔ سیر الصحابیات) انہوں نے ام سلمہؓ کو ننھے بچے کے ساتھ تنہا سفر کرتے دیکھا تو پوچھا "کدھر کا قصد ہے"؟ "کہا مدینے کا" پوچھا "کوئی ساتھ ہے"؟ "جواب میں بولیں" "اللہ اور یہ بچہ" ان کے دل میں خیال آیا، اے عثمان! یہ مردانگی سے بعید ہے کہ یہ عورت یوں تنہا سفر کرے اور تو اس کی مدد نہ کرے۔ انہوں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا" اور یہ کہہ کر اونٹ کی مہار پکڑلی۔ اور مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ جہاں کہیں پڑاؤ ہوتا وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہوجاتے چلنے کے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے۔ (تذکار صحابیات) سیر الصحابیات میں مزید ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کی نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا۔ ان کا قول ہے، میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ نیز فرمایا کہ "اس سال میں نے جتنی مشقت اور تکلیف برداشت کی شائد ہی کسی نے کی ہو" (اسد الغابہ)
غرض مختلف منزلوں پر قیام کرتے ہوئے وہ قبا پہنچے۔ آبادی پہ نظر پڑی تو عثمان نے کہا "اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ وہ یہیں مقیم ہیں" یہ ادھر روانہ ہوئیں اور عثمان نے مکہ کا راستہ لیا۔ (زرقانی۔ ج ۳۔ ص:۲۷۲۔۲۷۳)

قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے۔ اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو یقین نہ آتا۔ اور حضرت ام سلمہؓ مجبوراً خاموش ہوجاتیں۔ (شائد یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پہ تھی، شرفاء کی عورتیں اس وقت اس طرح نکلنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں) لیکن جب کچھ لوگوں نے حج کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا، اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں۔ ابوامیہ چونکہ بہت مشہور اور معزز تھے اس لئے ام سلمہؓ بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئیں (مسند ابن جنبل)

حضرت ابوسلمہؓ کی شہادت:۔

کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا وہ بڑے شہسوار تھے بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ۳ھ میں احد میں شریک ہوئے تو ان کا بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہوگیا۔ علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہوگئے لیکن چند ماہ بعد جمادی الثانی ۴ھ میں بمطابق "حکایاتِ صحابہ" آپؓ ایک سریہ میں تشریف لے گئے تھے اور واپسی پر وہ زخم ہرا ہوگیا۔ اسی تکلیف سے ابوسلمہؓ نے وفات پائی (زرقانی ج۔۳۔ ص۲۷۔۲۳)

حضورؐ کو خبر ہوئی تو خود ان کے مکان پر تشریف لائے۔ گھر میں کہرام مچا ہوا تھا اور ام سلمہؓ کہتی تھیں "ہائے غربت میں یہ کیسی موت ہوئی"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "صبر کرو اور ابوسلمہؓ کی مغفرت کی دعا مانگو اور یہ کہو کہ خداوندا! "ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر"۔

اس کے بعد ابوسلمہؓ کی میت پہ تشریف لائے۔ ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ اپنے دست مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند فرمائیں۔ اور ان کی نماز جنازہ نہایت اہتمام سے پڑھائی۔ ان کی نماز پڑھاتے وقت حضورؐ نے نو (9) تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے نماز جنازہ کے بعد پوچھا

"یارسول اللہ! آپؐ نے 9 تکبیریں کیسے کہیں؟"

آپؐ نے فرمایا "ابوسلمہؓ ہزاروں تکبیروں کے مستحق تھے"۔

حضرت ابوسلمہؓ کی دعا:۔

حضرت ابوسلمہؓ بہت عظیم المرتبت صحابی تھے۔ ان کی زندگی میں ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ سے کہا، اگر میاں بیوی دونوں جنتی ہوں اور اس عورت کا شوہر اس کی زندگی میں فوت ہو جائے اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے اور اگر کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اس مرد کو بھی فردوس میں جگہ دیتا ہے "آؤ ہم عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو بھی پہلے مرے دوسرا مجرد زندگی گزارے گا"۔

ابوسلمہؓ نے کہا، تم میرا کہا مانو گی؟

ام سلمہؓ نے کہا "کیوں نہیں! اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے" ابوسلمہؓ نے فرمایا "تو سنو اگر میں مرجاؤں تو تم میرے بعد نکاح کر لینا"۔ پھر انہوں نے دعا مانگی "اے مولائے کریم! اگر میں ام سلمہؓ کی زندگی میں مرجاؤں تو تو اسے مجھ سے بہتر جانشین دے"

ایک روایت کے مطابق جب حضورؐ ابوسلمہؓ کی وفات پر تعزیت کیلئے ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپؐ نے بھی ام سلمہؓ کو یہی تلقین فرمائی کہ "ابوسلمہؓ کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور اللہ سے التجا کرو کہ وہ تمہیں ابوسلمہؓ کا بہتر جانشین دے (تذکار صحابیات)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ "جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا! مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے۔ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تا آنکہ میرا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہو گیا"۔

حضورؐ سے نکاح:۔ حضرت ام سلمہؓ کو ابوسلمہؓ کی وفات سے جو صدمہ پہنچا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے ابدی مسرت میں تبدیل کر دیا۔ ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت ام سلمہؓ حاملہ تھیں بمطابق "حکایات صحابہ" حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو ابن سعد کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ان کی کسمپرسی کے خیال سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

حضورؐ بھی حضرت ام سلمہؓ کے حالات سے بہت متاثر تھے چنانچہ سرور عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کی معرفت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا "میرے ساتھ چند مسائل ہیں میں سخت غیور عورت ہوں پھر میرا یہاں کوئی ولی نہیں ہے۔ نیز میں صاحب عیال ہوں اور میرا سن بھی زیادہ ہے" حضورؐ نے فرمایا "بچوں کا اللہ محافظ ہے ان کی کفالت میں کروں گا اور کوئی ولی اس کو ناپسند نہیں کرے گا"۔ جب آنحضرتؐ نے سب باتوں کو گوارا فرمایا تو بھلا حضرت ام سلمہؓ کو کیا عذر ہو سکتا تھا انہوں نے اپنے بیٹے (بعض روایتوں میں عمرؓ اور بعض میں سلمہؓ) سے کہا، اٹھو اور رسول اللہ سے میرا نکاح کر دو"

(سنن نسائی)

شوال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی۔

آنحضرتؐ نے انہیں دو چکیاں، دو مشکیزے اور چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی عنایت فرمایا۔

نکاح کے بعد آپؓ حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ کے گھر لائی گئیں جو کہ وفات پا چکی تھیں۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جو رکھے ہیں۔ چکی اور ہانڈی بھی ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے جو پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار کیا۔ گویا پہلے ہی دن اپنے ہاتھ سے حضور ﷺ کیلئے کھانا تیار کیا جو حضور ﷺ نے کھانا کھایا۔ (تذکار صحابیات)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "ان کے حسن کی بہت شہرت تھی تو میں نے حیلہ سے جا کر دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا"

عام حالات:۔

بچوں کی پرورش: حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بھی انہوں نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت توجہ اور شفقت سے کی۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا یا نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں"

غلام کی آزادی: سفینہؓ حضرت ام سلمہؓ کی والدہ کی لونڈی تھی، جو آپؓ کے پاس تھی آپؓ نے سفینہؓ کو اس شرط پہ آزاد کر دیا کہ وہ تاحیات حضور ﷺ کی خدمت کریں گی۔ کیونکہ آپؓ کو حضور ﷺ کے آرام کا بہت خیال تھا۔ (مسند احمد)

اور ابو داؤد میں ہے کہ اس نے کہا آپؓ یہ شرط نہ بھی لگاتیں تو میں آپ ﷺ کی خدمت سے کبھی علیحدہ نہ ہوتی"۔

آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک موقعہ پر جب تمام ازواج مطہرات کو (حضرت عائشہؓ کے علاوہ) حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا تو انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کو ہی اپنا سفیر بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا (سیر الصحابیات)

حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر حضور ﷺ شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا حضور ﷺ کی جانماز کے سامنے بچھا ہوتا اور آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے۔

مشہور واقعات:۔

غزوۂ خندق میں اگرچہ آپؓ شریک نہ تھیں تاہم اس قدر قریب تھیں کہ آنحضرت ﷺ کی گفتگو اچھی طرح سنتی تھیں۔ آپؓ فرماتی ہیں "مجھے وہ وقت خوب یاد ہے جب سینۂ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا اور آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے اور اشعار پڑھ رہے تھے دفعتاً عمار بن یاسرؓ پر نظر پڑی تو فرمایا" (افسوس) ابن سمیہؓ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا" (مسند احمد ص ۳۱۶)

☆ محاصرہ بنو قریظہ ۵ھ میں یہود سے گفتگو کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے ابولبابہؓ کو بھیجا تھا۔ اثنائے مشورہ ابولبابہؓ نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ تم لوگ قتل کئے جاؤ گے۔ لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اسقدر نادم ہوئے کہ مسجد نبوی کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔ چند دنوں تک یہی حالت رہی پھر توبہ قبول ہوئی۔ آنحضرت ﷺ، حضرت ام سلمہؓ کے مکان پہ تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے تو ام سلمہؓ بولیں "اللہ آپ ﷺ کو ہمیشہ ہنسائے اس وقت ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہوگئی۔ عرض کی تو کیا میں ان کو مژدہ سنا دوں" فرمایا "ہاں، اگر چاہو تو"۔ حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرہ کے دروازے پہ کھڑی ہوئیں اور پکار کہا "ابولبابہؓ مبارک ہو، تمہاری توبہ قبول ہوئی" اس آواز کا کانوں میں پڑھنا تھا کہ تمام مدینہ امڈ آیا (خوشی سے، ان کو مبارک دینے کیلئے) (زرقانی ج ۲۔ ص۔ ۱۵۳)

☆ اسی سنہ میں آیت حجاب نازل ہوئی اس سے پیشتر ازواج مطہرات بعض دور کے اعزہ و اقارب کے سامنے آیا کرتی تھیں۔ اب خاص خاص اعزہ کے سوا سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن مکتوم قریش

کے ایک معزز صحابی اور مسجد نبوی کے مؤذن تھے۔ چونکہ وہ نابینا تھے اس لئے حضور ﷺ کے پاس ازواج مطہرات کے حجروں میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن آئے تو حضور ﷺ نے ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا "ان سے پردہ کرو" بولیں "وہ تو نابینا ہیں"۔ فرمایا "تم تو نابینا نہیں ہو۔ تم تو انہیں دیکھتی ہو" (مسند احمد۔ ج ۶۔ ص ۲۹۶)

آیت تطہیر:۔ ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ پر موجود تھے کہ آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو بلایا اور ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا "بارالہا! یہ میرے اہل بیت ہیں"۔ حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں" فرمایا "تم اپنی جگہ پہ ہو اور اچھی" (تذکار صحابیات)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "بلیٰ انشاء اللہ" (ہاں اگر اللہ نے چاہا) (سیر الصحابیات کے مطابق صحیح بخاری)

☆ بیعت رضوان:۔ ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کیلئے مکہ کا عزم فرمایا۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مزاحمت کا ارادہ کیا۔ حضور ﷺ کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے مکہ سے ۱۹ میل دور حدیبیہ کے مقام پہ قیام فرمایا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ہمارا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ صرف حج کرنا مقصود ہے۔

حضرت عثمانؓ کے جانے کے بعد یہ افواہ پھیل گئی کہ قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ سے نبی اکرم ﷺ نے جانثاری کی بیعت لی کہ اگر قریش مکہ سے ان کا ظلم کا بدلہ لینے کیلئے لڑنا پڑے تو آخری دم تک لڑیں گے۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے موسوم ہے اس بیعت کا حال سن کر قریش مرعوب ہو گئے اور انہوں نے چند شرائط پہ مسلمانوں سے صلح کر لی۔

رسول اللہ ﷺ نے حکم الٰہی کے تحت وہ شرائط قبول کر لیں لیکن عام مسلمان مصلحت خداوندی کو نہ سمجھ سکے اور ان شرائط سے سخت دلبرداشتہ ہوئے کیونکہ بظاہر وہ مسلمانوں کے مفاد کیخلاف معلوم ہوتی تھیں۔

حضور ﷺ نے صلح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ حدیبیہ ہی میں قربانی کر لیں۔ شکستہ دل صحابہ کو قربانی دینے میں کچھ تامل تھا۔ حضور ﷺ اس سے ملول ہوئے۔ حضرت ام سلمہؓ اس سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ! مسلمانوں نے آپ ﷺ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا۔ آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈوالیں"۔

حضور ﷺ نے ام سلمہؓ کا مشورہ قبول فرمایا اور آپ ﷺ نے باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کی اور قربانی کر کے بال منڈوائے اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے دھڑا دھڑ قربانیاں کیں اور احرام اتارا۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پہ ٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ (صحیح بخاری شریف: ج۔ ۶۔ ص: ۳۷۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس قدر کمال حاصل تھا۔ امام الحرمین فرماتے تھے کہ "صنف نازک کی پوری تاریخ میں اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہیں مل سکتی (زرقانی جلد ۳۔ ص: ۲۷۳)

☆ غزوہ خیبر میں شریک تھیں۔ مرحب کے دانتوں پہ جب تلوار پڑی تو اس کی کرکراہٹ کی آواز ان کے کانوں میں آئی۔ (استیعاب ج ۲ ص ۱۰۳)

واقعہ ایلاء:۔ ۹ھ میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہ کو تنبیہہ کی تو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے وہ ان کی عزیز ہوتی تھیں ان سے بھی گفتگو کی تو حضرت ام سلمہؓ نے جواب دیا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ انہوں نے فرمایا "عمرؓ تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے یہاں تک کہ اب رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہو"۔

(جاری ہے)

بچوں کا صفحہ

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ع خان، لاہور

بچو! اب تک بچوں کے صفحہ میں آپ نے پانچ اولوالعزم انبیائے کرامؑ کے واقعات پڑھے۔ تمام انبیائے کرامؑ اللہ تعالیٰ کے وہ خاص اور پیارے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں لوگوں کو ہدایت کے راستے کی طرف بلانے کیلئے بھیجے۔ انبیائے کرامؑ ہی نے اپنی اپنی امتوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کس کام کو پسند فرماتے ہیں اور کس کام کے کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ انبیائے کرامؑ میں سے زیادہ فضیلت اور مرتبے والے انبیائے کرامؑ اولوالعزم انبیاء کہلاتے ہیں۔ ان اولوالعزم انبیائے کرامؑ میں بھی سب سے بلند مرتبے والے، تمام انبیائے کرامؑ اور تمام انسانیت کے سردار، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی تشریف نہیں لائے گا۔ (اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس عمر میں آسمانوں پہ اٹھایا تھا، اسی عمر میں واپس تشریف لائیں گے لیکن آپ ﷺ کے امتی کے طور پر اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہی کی اشاعت فرمائیں گے)۔

بچو! کیا ہم بے حد، بے حد خوش قسمت لوگ نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پہ اس قدر مہربانی فرمائی کہ ہمیں حضرت محمد ﷺ کے امتیوں میں پیدا کر دیا۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام انسانیت، تمام انبیائے کرامؑ کے سردار اور نبی حضرت محمد ﷺ کا امتی پیدا کیا۔ کیا آپ بچوں کو پتہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام رحمتیں آپ ﷺ میں مجسم کر دیں، یعنی پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی مخلوق ہے، آپ ﷺ ان سب کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں، آمین)

پیارے بچو! جب تک ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اسلام کی دعوت اور اس کو پھیلانے کا کام اس طرح انجام دیا کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ بچو! اب یہ کام ہمارا ہے کہ موجودہ زمانے کے تمام انسانوں تک اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو پہنچائیں جس کیلئے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے طائف کا سفر کیا جس کا واقعہ ہم بعد میں سنائیں گے) اور اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اسلام پھیلانے اور اسلام کی دعوت کے اس کام کو ادا کرنے کیلئے بے شمار تکالیف سہیں، بھلا کیوں؟ اس لیے تا کہ لوگوں کو حق اور سچ بات پتہ چل جائے اور وہ بھی ایمان لا کر قبر اور جہنم کے عذاب سے بچ جائیں، اور اس دنیا سے جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق بنا جائیں۔

آیئے بچو! آج آپ کو اپنے پیارے اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش مبارک کے واقعات سنائیں۔

ولادت باسعادت:

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والد محترم عبداللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہی انتقال فرما گئے۔ کچھ علماء کے مطابق آپ ﷺ 8 ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن

زیادہ علمائے کرام کے مطابق آپ ﷺ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اس سال کو "عام الفیل" کہتے ہیں۔ بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس سال کو "عام الفیل" کیوں کہتے ہیں؟ جی ہاں! بالکل ٹھیک! اس سال کو "عام الفیل" یا "ہاتھیوں کا سال" اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اسی سال قصۂ فیل والا مشہور واقعہ پیش آیا تھا۔

عربوں کی عادت تھی جس سال کوئی اہم واقعہ پیش آتا، اس سال کو اس واقعہ کے نام کی طرف منسوب کر دیا جاتا تھا، سو جس سال میں رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی (آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے) ہاتھی والوں کا واقعہ پیش آیا۔ کیوں نہ آپ بچوں کو یہ واقعہ بھی سناتے ہی چلیں۔ ہوا یوں کہ یمن کے بادشاہ ابرہہ کے دل میں آئی کہ عرب کے سارے لوگ بیت اللہ کی زیارت کیلئے جاتے ہیں تو کیوں نہ میں اس سے بڑی ایک عمارت بناؤں اور لوگ اس کی زیارت کو آیا کریں، اس نے ایک بہت بڑی عمارت بنائی لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ خانہ کعبہ کی اصل شان تو اس لیے ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور نور اترتا ہے بہر حال اس کی بنائی ہوئی عمارت میں اس کے اور اس کے لوگوں کے علاوہ کوئی نہ جاتا، اس پر ابرہہ نے سوچا کہ اگر میں بیت اللہ کو گرا دوں (نعوذ باللہ) تو لوگ اس کی طرف آنا شروع ہو جائیں گے، اپنے اس برے ارادے کے ساتھ ابرہہ نے ایک لشکر تیار کیا جس میں بہت سارے ہاتھی سواری کیلئے استعمال کیے گئے تھے، اپنا یہ لشکر لے کر جب ابرہہ مکہ شریف کے باہر آ کر رکا تو مکہ کے رہنے والوں کو اطلاع ہوگئی۔ ان میں تو اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تیاری نہیں تھی سو تقریباً سارے لوگ اپنے اپنے خاندان، ضروری سامان اور ریوڑوں کے ساتھ اردگرد کے پہاڑوں کی طرف چلے گئے، پیارے نبی ﷺ کے دادا جناب حضرت عبد المطلب اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ ابرہہ کے چند لشکری حضرت عبد المطلب کے اونٹ چرا کر لے گئے، ان کو اطلاع ہوئی تو وہ ابرہہ کے پاس اونٹ چھڑوانے کیلئے گئے، وہ سمجھا کہ حضرت عبد المطلب اس لیے آئے ہیں کہ ان سے حملہ نہ کرنے کی بات کریں، لیکن جب حضرت عبد المطلب نے اپنے اونٹوں کی بات کی تو وہ بہت حیران ہوا کہ میں تو سمجھا کہ آپ حملہ نہ کرنے کا کہنے آئے ہیں، اس پر پتہ ہے بچو! حضرت عبد المطلب نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے فرمایا کہ ان اونٹوں کا مالک میں ہوں، اس لیے ان کو چھڑوانے آیا ہوں۔ اس گھر کا جو مالک ہے وہ اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائے گا۔ انہوں نے اپنے اونٹ لیے اور وہاں سے چلے گئے۔ لیکن ابرہہ کو پھر بھی سمجھ نہیں آئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں والے اس قافلے پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جن کے منہ میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے۔ وہ کنکر قافلے والوں پر گرتے تو دوسری طرف سے جسم پھاڑتے ہوئے نکل جاتے۔ کچھ ہی دیر میں پورے کا پورا قافلہ اس طرح چور چور ہو گیا کہ یوں لگتا تھا جیسے کسی جانور نے بھس (چارہ) کھایا ہو۔ یہ تھا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف بری نظر سے دیکھنے کا، جو آج تک نشان عبرت ہے، اسی واقعہ کو بتانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ پر سورۃ فیل نازل فرمائی۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی پیدائش مبارک ہوئی۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت ایک نور تھا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ ایک حدیث مبارکہ میں اس طرح ہے، اس نور سے آپ ﷺ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ حضور ﷺ نے اسی واقعہ کے بارے میں خود ارشاد فرمایا، ترجمہ: یہ میری والدہ کا خواب ہے جو انہوں نے دیکھا تھا، یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے، ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں۔ بچو! ایک بہت ہی پیاری بات آپ کو بتاؤں کہ پیارے نبی ﷺ کا گہوارہ (جھولا) فرشتوں کے ہلانے کی وجہ سے ہلا کرتا تھا۔

فارس (ایران) میں آتش پرست لوگ رہتے تھے (انسان

جب اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے تو کیسی عجیب عجیب چیزوں کی پرستش کرنے لگ جاتا ہے، بے چارہ) تو ایک ہزار سال سے ان لوگوں کے دادوں پردادوں نے جلتی آگ کو بجھنے نہیں دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کے لمحے وہ آگ خود بخود بجھ گئی۔ کسریٰ اس زمانے کی بہت بڑی سلطنت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کے وقت اس کے محل میں ایسا زوردار زلزلہ آیا کہ محل کے چودہ کنگرے (چھوٹے چھوٹے مینار جو عالی شان عمارتوں میں خوبصورتی کیلئے بنائے جاتے ہیں) گر گئے۔

بچو! ہم بے حد خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی پیدا کیا، ان کا امتی، جن کی پیدائش مبارک ہی نے کفر وشرک کی دیواریں ہلا کر رکھ دیں۔

بعثت مبارک کے بعد تو فتح مکہ اور غزوہ تبوک جیسے واقعات نے کفر کی بالکل ہی کمر توڑ کر رکھ دی۔

اگلے شماروں میں آپ کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن مبارک سے وصال تک کے واقعات بتائیں گے، لیکن پہلے ایک دفعہ مل کر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر تو ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی پیدا کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

سالانہ اجتماع۔2013ء

دار العرفان منارہ میں سالانہ اجتماع 31 مئی 2013ء سے شروع ہے جو 30 جون 2013ء کو اختتام پذیر ہو جائے گا اس اجتماع کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ساتھیوں سے التماس ہے کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اس میں شرکت کریں۔ دوسرے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی دعوت دیں، تزکیہ نفس کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، اپنی اصلاح کریں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو بہتر بنائیں۔

یاد رکھیں! تصوف اور سلوک کی تعلیم اس سے بہتر منظم انداز میں آپ کو کہیں میسر نہیں آئے گی۔ (منجانب: ادارہ المرشد)

شیخ المکرم

آسمان ہدایت کا قمر ہے
جس کا سینہ علوم کا بحر ہے

ظلمتوں کی اندھیری رات میں
وہ سراپاء نوید سحر ہے

زندگی کے لق و دق صحرا میں
رحمت الٰہی کا گھنا شجر ہے

گو چٹان کی طرح ہے ثابت قدم
زندگی اس کی مسلسل اک سفر ہے

ہے میرے دامن میں بھی اس کی کرن
اسی سے بات میں میری اثر ہے

میری متاع ہے فقط اس کی نسبت
کسی انجان نیکی کا ثمر ہے

حضرت جی کی ایک بیٹی۔ ر ع، لاہور

دارالعرفان میں قیام کا ضابطہ

حضرت شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ (البقرۃ:152)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ۔

اللہ جل شانہ کی یاد سرمایہ حیات ہے۔ اور اس کے مختلف مدارج ہیں، ہر وہ کام جو شریعت مطہرہ کے مطابق کیا جائے وہ عملاً ذکر ہے۔ اللہ کریم کی یاد ہے خواہ وہ کام دنیا ہی کا ہو، کاروبار ہو لین دین ہو، محنت مزدوری ہو، ملازمت ہو۔ کوئی کام بھی جو آپ حدودِ شرعی کے اندر کرتے ہیں اس میں یادِ الٰہی موجود ہے چونکہ شریعت کا اتباع اللہ کریم کی رضا کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ ذکر ہے۔ بلکہ ایمان قبول کرنا بھی ایک درجہ ذکر کا ہے۔ کوئی آدمی ایمان قبول کرتا ہے تو وہ بھی ایک درجہ یادِ الٰہی کا ہے۔ اس کے بعد عبادات ہیں، ہر عبادت ذکرِ الٰہی ہے۔ یادِ الٰہی ہے، عظمتِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ عملی ذکر کے تین درجے، ایمان لانا، ذکرِ الٰہی ہے، دنیا کے کام شریعت کے مطابق کرنا ذکرِ الٰہی ہے۔ عبادات ذکرِ الٰہی ہیں۔ اس سب کے بعد عبادات کے بعد پھر ذکر کا حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ نماز مکمل ہوگئی۔ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ زمین پر پھیل جاؤ۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ اللہ کی عطا کو تلاش کرو، اپنی روزی تلاش کرو۔ یعنی ایمان بھی اس میں آ گیا عبادات بھی آ گئیں دنیا کے کاروبار بھی آ گئے پھر اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (الجمعۃ:10) ایمان بھی ذکر ہے، عمل بھی ذکر ہے، عبادت بھی ذکر ہے لیکن اس کے بعد ذکر کا کوئی اور درجہ بھی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو، اب کثرت کی طرف جائیں تو کونسا عمل ہے جو کثرت سے کیا جاتا ہے۔ کوئی بہت باتیں کرتا ہے تو پھر خاموش بھی ہوتا ہے۔ کوئی بہت کام کرتا ہے تو پھر کام ختم بھی کرتا ہے کوئی تلاوت کرتا ہے، بس کرے گا سو بھی جائے گا۔ ایک کام ایسا ہے جو ماں کے پیٹ سے شروع ہوتا ہے اور زندگی کے خاتمے تک جاری رہتا ہے اور وہ ہے دل کی دھڑکن، شکمِ مادر سے شروع ہوتی ہے اور موت تک جاری رہتی ہے۔ سانس ایک ایسا رشتہ ہے بندہ ہوش میں ہو، بے ہوش ہو، جاگ رہا ہو، سو رہا ہو، سانس لیتا رہتا ہے جب تک زندہ ہے۔ تو صوفیاء کرام نے اس سانس کی آمد و شد کو دل کی دھڑکنوں سے جوڑ دیا ہے اور یہ ذکر کثیر کی ابتدا بن گئی چونکہ یہ عمل ایسا ہے کہ سانس لینا، سانس خارج کرنا اور دل کی دھڑکن موت تک جاری رہتی ہے۔ بہت بڑا سوال سمجھ کر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جی کیا نبی کریم ﷺ نے اس طرح ذکر کرنے کا حکم دیا یا ذکر کرایا۔ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ (الکھف:28) حضور ﷺ حجرہ مبارک میں تھے۔ نزولِ آیت کے بعد مسجد میں جلوہ افروز ہوئے تو صحابہؓ کے دو ٹولے الگ الگ بیٹھے تھے حضور ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا گیا یہ لوگ جو بیٹھے ہیں یہ فقہی مسائل پہ بات کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے سمجھ سمجھا رہے ہیں۔ یہ جو اس طرف بیٹھے ہیں یہ ذکر میں

مصروف ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ذاکرین کے ساتھ جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے جن لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی عطا کر دیئے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ کرامؓ کا بھی حلقہ ذکر ہوتا تھا۔ اب ایک آدمی بادشاہ بن جاتا ہے اور تاریخ بھری پڑی ہے ایسے واقعات سے کہ ایک عام آدمی کو حکومت مل گئی۔ قرآن کریم میں موجود ہے کہ اللہ کریم نے حکم دیا کہ طالوت کو بادشاہ بنالو۔ طالوت علیہ السلام جو تھے عام آدمی تھے تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ بھئی یہ طالوت کو کیوں بادشاہ بناتے ہو۔ ہم میں بڑے بڑے امیر دولت مند، ایسے لوگ ہیں جن کے پاس پہلے بادشاہوں جیسی صلاحیتیں ہیں اور ان کے بے شمار ملازم ہیں تو ارشاد ہوا اللہ نے اسے بدنی طاقتوں میں بھی اور علم میں بھی بہت فضیلت دی ہے اب سوال یہ کیا جائے کہ یہ بادشاہ کیسے بن گیا۔ یار! اس نے تو کوئی محنت بھی نہیں کی۔ اس کے پاس دولت بھی نہیں تھی اس نے نوکری بھی نہیں کی یہ درجہ بدرجہ عہدوں تک بھی نہیں پہنچا تو ایک دم بیٹھے بٹھائے بادشاہ کیسے بن گیا؟ تو یہ سوال صحیح نہیں ہوگا۔ تو یہ جو منازل سلوک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کیا یہ صحابہؓ کو کرائے گئے تو یہ سوال ہی غلط ہے۔ صحابہؓ ایک نگاہ میں شرف صحابیت پر سرفراز ہوئے جیسے کوئی عام آدمی آن واحد میں حکمران بن جائے۔ اب اس سے یہ سوال کرنا کہ بادشاہت تک پہنچنے کے جو مراحل ہیں وہ اس نے کیے تھے۔ کیے ہیں یا نہیں کیے بادشاہ بن گیا۔ تو صحابہؓ کو ایک نگاہ نے منزل صحابیت پر پہنچا دیا۔ وہ منزل جو سوائے محبت آقائے نامدار ﷺ کے نصیب نہیں ہوسکتی۔ اور یاد رکھیں شرف صحابیت مکلف مخلوق کیلئے ہے۔ مکلف مخلوق زمین پر صرف دو ہیں انسان اور جن، تیسری کوئی مکلف مخلوق نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے جانوروں پر بھی سواری فرمائی، حجرہ مبارک میں رہے، زمین پر چلے۔ شجر وحجر کو نہ صرف حضور ﷺ نے دیکھا بلکہ یہ ثابت ہے کہ درخت اور پتھر حضور ﷺ پر سلام بھیجے تھے۔ وہ درخت، وہ پتھر، وہ گھر، وہ جانور جس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی وہ صحابیؓ نہیں ہوئے۔ وہ مبارک ہیں، بابرکت ہیں لیکن صحابیؓ نہیں ہو سکتے۔ بیت اللہ شریف میں آپ جائیں، اللہ کا گھر ہے، تجلیات باری کا مہبط ہے۔ ہم پیار سے دیکھتے ہیں طواف کرتے ہیں۔ نمازیں، سجدے ادا کرتے ہیں اسلئے قبلہ مانتے ہیں۔ ایک بات بڑی لطیف سی اور بھی ہے۔ سارا کچھ بدل گیا ہو لیکن بیت اللہ شریف کے پتھر وہی ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ نے بھی دیکھا اور جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو بھی دیکھا کبھی اللہ کریم لے جائیں تو اس نظر سے بھی دیکھئے اس میں ایک اپنی لذت ہے۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا تھا

سیاہی آنکھ کی لے کر میں تجھ کو نامہ لکھتا ہوں
کہ جب نامے کو تو دیکھے، میری آنکھیں تجھے دیکھیں

تو یہ مختلف انداز مختلف پہلو اس رشتے کے ہیں اس محبت کے ہیں، جو بندہ مومن کو اپنے محبوب نبی ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ہر بندے کی کیفیات ایک سی نہیں ہوتیں۔ ظاہری دنیا میں آپ دیکھ لیں غصہ آتا ہے۔ ہر بندے کا غصہ ایک معیار کا نہیں ہوتا کیفیت اپنی اپنی ہوتی ہے۔ بندہ خوش ہوتا ہے ہر بندے کی خوشی ایک سطح کی نہیں ہوتی۔ اپنے اپنے موقع کے مطابق اپنی اپنی حیثیت اپنی اپنی سمجھ کے مطابق وہ کیفیت وارد ہوتی ہے۔ اسی طرح ذکر الٰہی میں بھی حقیقتاً کیفیات ہیں جن کو اصطلاحاً مقامات کہہ دیا جاتا ہے اور وہ ہر ایک کی اپنی اپنی ہیں جسے اللہ جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

تو ذکر الٰہی منصوص ہے قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر حال میں ذکر کیا کرتے تھے۔

علی کل احیانه کے الفاظ میں۔ سوتے جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، کھڑا ہوتے، کھانا کھاتے، چلتے پھرتے یعنی آپ کا کوئی حال ذکر سے خالی نہیں تھا، علی کل احیانه (ابوداؤد) کے الفاظ ہیں۔ زندگی کا کوئی لمحہ کوئی حال ذکر سے خالی نہیں ہے اسی کو ذکر دوام کہتے ہیں۔ صحابہؓ کو

جب شرف صحابیت نصیب ہوا تو قرآن گواہی دیتا ہے ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (سورۃ الزمر: 23) ان کے کھال سے لے کر نہاں خانۂ دل تک ہر ذرہ بدن ذاکر ہو گیا۔ اب اگر کوئی پوچھے کیا صحابہؓ ذکر کرتے تھے تو یہ اس کی نادانی ہے یا لاعلمی ہے۔ اسے قرآن کو غور سے پڑھنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے۔ اور پھر یہ بہت بڑی عجیب سعادت ہے کہ صحابہؓ خوش نصیب لوگ تھے۔ عہد نبوی کی یہ سنت تھی کہ جو بھی ایمان لا کر حضور ﷺ کی نگاہ پاک میں آیا یا کوئی ایسا بھی ہے کہ حضور ﷺ نے التفات نہیں فرمایا لیکن اس کی نظر وجود اقدس پر پڑ گئی تو بھی وہ صحابیؓ ہو گیا۔ قید نہیں تھی کہ عالم صحابیؓ ہو سکتا ہے ان پڑھ نہیں ہو سکتا۔ بزرگ ہو سکتا ہے جوان نہیں ہو سکتا۔ مرد ہو سکتا ہے عورت نہیں ہو سکتی۔ یہ قید نہیں تھی۔ قید صرف ایمان کی تھی۔ عالم ہو سکتا ہے یا پارسا۔ نہیں صرف ایک نگاہ کی قید تھی۔ صحابہ کرامؓ میں بھی ان کی شان کے مطابق یہ سنت زندہ رہی، موجود رہی۔ جس نے کسی صحابیؓ کی صحبت پائی وہ تابعیؒ ہو گیا۔ تابعینؒ میں بھی یہ سنت زندہ رہی۔ جو مسلمان کسی تابعیؒ کی خدمت میں پہنچا وہ تبع تابعیؒ کہلایا۔ اس لئے ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اوکما قال رسول اللہ ﷺ کہ بہترین زمانہ، جو گزر چکے ہیں ان میں بھی اور جو آنے والے ہیں ان میں بھی، جتنے زمانے دنیا میں گزریں گے۔ فرمایا ان میں سب سے بہترین زمانہ میرا ہے۔ پھر اس کے بعد آنے والوں کا پھر اس کے بعد آنے والوں کا یعنی صحابہ اور تابعین تک حضور ﷺ نے فرمایا۔ تبع تابعین کیوں نہیں فرمایا آپ ﷺ نے؟ لوگ تو وہ بھی بہت پائے کے تھے۔ تبع تابعین سے آگے یہ سنت جاری نہیں رہی۔ تبع تابعی کو ملنے والا ہر بندہ ولی نہیں ہو سکتا۔ یہ سنت تین زمانوں تک آئی تھی، حضور ﷺ کے عہد مبارک تک، صحابہ کرامؓ تک اور تابعینؒ تک۔ تبع تابعین سے بے شمار لوگ ملے لیکن ان کا کوئی درجہ اس میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ہاں کچھ لوگ جنہوں نے استفادہ کیا وہ آئمہ تصوف بن گئے اس شعبے میں بہت ترقی کی لیکن من حیث القوم یا اجتماعی حیثیت میں ہر ملنے والا نہ لے سکا۔ تب سے اب تک یہ معاملہ یونہی چلتا رہا۔

تاریخ تصوف میں بڑے بڑے عظیم نام، بڑے بڑے عظیم نام ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض اولیاء اللہ کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ بعد وصال ان کی ارواح بھی ملاء الاعلیٰ میں شامل ہو گئی ہیں اور ان فرشتوں میں شامل ہو گئی ہیں جو تکوینی امور انجام دیتے ہیں۔ جس طرح خضر علیہ السلام ہیں۔ امت محمدیہ کے بھی ولی اللہ ایسے ہیں جنہیں وہ درجہ نصیب ہے۔ ان سب عظیم ناموں میں سے کوئی ایک نام ایسا نہیں ملتا جس کے پاس آنے والا ہر شخص صوفی بنا یا اسے ذکر قلبی نصیب ہوا ہو۔ بے شار لوگوں کی انہوں نے اصلاح فرمائی۔ بے شمار لوگوں کو کفر سے نکال کر اسلام سے آشنا کیا۔ بے شار لوگوں کو بداعمالی سے نکال کر نیکی کے راستے پر گامزن کیا۔ تسبیحات تلقین فرمائیں، تلاوت تلقین فرمائی، عبادات کی تلقین فرمائی اور سب سے بڑا انعام کچھ تسبیحات عطا فرما دیں کہ یہ تسبیح اتنی دفعہ پڑھا کرو۔ اگر لاکھوں مرید تھے تو دو چار پانچ ان میں سے ایسے بھی ہوں گے جنہیں تصوف سکھایا۔ باقی کو زبانی اذکار پہ رکھا۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مراقب رہے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کچھ عرصہ رہے ابھی بھی وہاں ایک حجرہ ان کے نام سے موسوم موجود ہے پھر اجمیر تشریف لے گئے، جب آپ اجمیر گئے تھے آپ کی عمر 90 برس تھی۔ آپ نے 120 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ گویا 30 برس وہاں رہے۔ جب گئے تھے ایک ہندو ریاست تھی، اسلام سے کوئی بندہ آشنا نہیں تھا۔ جب آپؒ کا جنازہ پڑھایا گیا تو سوا لاکھ کے قریب وہ لوگ تھے جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ جو جنازہ میں شریک تھے۔ جو نہیں شریک ہو سکے، وہ اور پتہ نہیں کتنے ہوں گے۔ ایک لاکھ بیس ہزار لکھا جاتا ہے کوئی گن کے فرد فرد تو کسی نے نہیں لکھا ہو گا آپ کی 30 برس کی محنت تھی۔

ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں، ان سے کچھ باتیں ہوئیں

کسی موضوع پر کسی مسئلے پر، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی، بعض تصوف کے مسائل صوفیاء سے بحث فرما لیتے تھے۔ فقہ کے مسائل برزخ میں جو فقہاء ہیں ان سے بات کر لیتے تھے کہ یہ مسئلہ آپ نے یہ لکھا ہے، فلاں نے یہ کہا ہے کہ یہ کیسا ہے یہ چلتا رہتا تھا تو گفتگو میں ایک سوال یہ بھی ہوا کہ آپ معمولات کرتے تھے؟ معمولات سے مراد یہ تھی کہ منازل تو آپ کے بلند تھے تو کیا آپ لطائف بھی کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چار دن آخری مجھے ہوش نہیں رہا میرے معمولات چھوٹ گئے۔ 120 برس میں عندالموت چار دن میں باقاعدہ لطائف اور مراقبات نہیں کر سکا۔ چار دن میرے معمولات چھوٹ گئے۔ لیکن یہ بھی ساتھ دیکھئے یہ جو سوا لاکھ کے قریب بندے جنازے میں شریک تھے اور شاید کتنے اور ہوں گے جو جنازے میں شرکت نہ کر سکے لیکن مسلمان ہو گئے ہوں گے۔ ان میں سے کیا کسی کو حضرت نے تصوف سکھایا؟ ایک نام نہیں ملتا۔

پھر یہ سعادت حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصے میں آئی کہ وہ سنت زندہ ہوئی کہ ہر آنے والے کا دل زندہ ہو جائے پھر یہ حضرت نے زندہ فرمائی اور جو بھی آیا ذکر قلبی، کیفیات قلبی اور ذکر کثیر لے کر لوٹا۔ شروع میں دو چار ساتھی ہوتے تھے جن کو حضرت ذکر سکھاتے تھے۔

جب مجھے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت جلسے کیلئے ایک گاؤں میں جا رہے تھے حضرت بڑے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے تھے اور بہت تیز چلتے تھے اور جو لوگ ساتھ ہوتے تھے وہ اکثر پیچھے رہ جاتے تھے۔ میری عادت بھی بہت تیز چلنے کی تھی۔ ساری عمر پیدل چلا ہوں پہاڑوں میں رستوں میں۔ تو میں حضرتؒ کے ہمراہ رہتا تھا۔ تو میں نے تنہائی کو غنیمت جانا اور میں نے عرض کی کہ حضرت مجھے بھی اللہ اللہ سکھائیں۔ مجھے آج تک یاد ہے آپؒ نے فرمایا اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (النمل : 34) بادشاہ جب کسی شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں تو ہر چیز تہس نہس کر دیتے ہیں اور بڑے بڑے سرداروں کو رسوا کر دیتے ہیں۔ یہ عشق الٰہی جو ہے یہ بادشاہ ہے یہ جب دل میں آتا ہے تو بہت سی توڑ پھوڑ کرتا ہے اور بہت سی چیزیں جنہیں آپ اہم سمجھتے ہیں انہیں یہ ذلیل کر دیتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں جنہیں آپ کچھ نہیں سمجھتے وہ اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ تو بھئی تم رہنے ہی دو۔ میں خاموش ہو گیا۔ دو تین دن میں ساتھ رہا مختلف گاؤں میں جلسے ہوتے رہے تو دو تین گاؤں میں مختلف صورتیں جھگڑے کی بھی بنیں۔ حضرت بڑے کھل کر بولتے تھے اہل تشیع کیخلاف۔ تو جب کسی کے پاس جواب نہ ہو تو وہ جھگڑے پہ آ جاتا ہے۔ تو لوگوں نے جھگڑے کی بھی کوششیں کی۔ بہر حال ہم بھگتتے رہے اور بالآخر [illegible]ت کو رخصت کیا۔ جب حضرت گھر تشریف لے گئے تو پھر میں وہاں [illegible]ت خانے پر حاضر ہوا اور پھر عرض کی تو حضرت نے حلقہ ذکر میں لے لیا۔ تب ہر کسی کو لینا عام نہیں تھا۔ ہم چار، پانچ، چھ ہو گئے بس اس سے زیادہ نہیں۔ پھر مشائخ کی طرف سے جماعت بنانے کا ارشاد ہوا تو آپ نے دروازہ کھول دیا عام ساتھی شروع ہو گئے تو جب عام ساتھی آنے لگے، زیادہ ہونے لگے تو پھر اجتماع کا ایک تصور آیا کہ سال میں کچھ دن مقرر کیے جائیں جگہ مختص ہو، ایک جگہ بیٹھ کر کیا جائے اور جو جو آنا چاہے وہاں آ جائے۔ ورنہ تو حضرت سارا سال جلسوں میں، بیانات میں مناظروں میں سفر میں ہی رہتے تھے۔ تو الحمد للہ یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی کہ پہلا اجتماع بھی میرے ہاں ہوا اور حضرت کی ساری زندگی تک سارے اجتماع میرے ہی یہاں ہوتے رہے یہ سعادت اللہ کی طرف سے میرے حصے میں تھی۔ 1980ء میں پہلا اجتماع غالباً یہاں دار العرفان میں ہوا اور پھر اب تک یہاں جاری ہے۔ اب میں نے اس سے چالیس روز کی پابندی ہٹا دی ہے سارا سال رہتا ہے۔ جب جس کا جی چاہے آئے اور جتنا وقت چاہے وہ رہے۔ ایک ادارہ بن گیا ہے ایک institution بن گیا ہے۔ رہنے کی گنجائش ہے جگہ ہے۔ لیکن ایک بات یاد رہے کہ جو حضرات یہاں تشریف لاتے

ہیں وہ جتنا وقت رہ سکیں وہ یہاں کے پروگرام کے مطابق باقاعدہ سارے اذکار میں حاضری دیں اور ذکر اور معمولات کریں۔ درس ہو تو درس میں شریک ہوں بیان ہو تو بیان میں شریک ہوں۔ ذکر ہو تو ذکر میں شریک ہوں۔ جو تھک جائے یا نہیں رہ سکتا وہ گھر چلا جائے۔ ایک دن رہے دو دن رہے۔ جتنی فرصت ہے اتنا رہے جتنا برداشت کرسکتا ہے اتنا رہے۔ لیکن یہاں فضول پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں پرسوں عصر کے بعد باہر نکلا، یہاں اندر ذکر ہو رہا تھا کچھ ساتھی صحن میں پھر رہے تھے۔ بلکہ ایک صاحب تو مسجد میں کھڑے ہو کر موبائل پر باتیں کر رہے تھے۔ مسجد میں دنیا کی بات کرنا حرام ہے۔ یہ کونسا تصوف ہے کہ اندر ذکر ہو رہا ہے آپ مسجد میں کھڑے باہر موبائل پہ باتیں کر رہے ہیں ایسی کوئی مجبوری ہے جاؤ بھئی گھر چلے جاؤ کسی نے باندھا ہوا تھوڑا ہے۔ کوئی کہتا ہے جی میں بیمار ہوں، جی میں معذور ہوں، بھئی بیمار ہوں تو گھر آرام کرو۔ تشریف لے جائیں۔ آپ آئے آپ نے ایک ذکر attend کرلیا دو attend کر لئے۔ رات رہ لی دو راتیں رہ لیں تکلیف ہے تو گھر چلے جاؤ جو سبق مل گیا اسے جا کر یاد کرتے رہو۔ اب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ یہاں بیماروں کیلئے بھی نرسیں رکھی جائیں اور یہاں پکنک پوائنٹ تو نہیں ہے کہ آپ آئے دل کیا تو ذکر میں شامل ہو گئے نہ دل کیا تو مسجد میں بیٹھ کر موبائل پر باتیں شروع کر دیں تو یہ ناقابل برداشت ہے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ جس نے جتنا وقت یہاں رہنا ہے وہ یہاں کے سارے پروگراموں میں حاضری دے گا اور جو محنت ساتھی کراتے ہیں وہ پوری کرے گا۔ جو سمجھتا ہے میں تھک گیا ہوں یا میں نہیں کرسکتا تو چلے جاؤ بھئی کسی نے باندھا ہوا تھوڑا ہے۔ آپ اگر نہیں کر سکتے آپ گھر تشریف لے جائیں یا پھر کبھی فرصت ہو پھر آجائیں۔ لیکن جو یہاں رہے گا حکماً اسے سارے پروگراموں میں حاضری دینا ہوگی اور ساری مشقت برداشت کرنا ہوگی۔ اب تو یہاں الحمد للہ ایک نظام بن گیا ہے اللہ کریم دے رہا ہے اور آپ موج کر رہے ہیں۔ ناشتے میں حلوہ مل جاتا ہے اور شام کو تازہ بکرے کا گوشت مل جاتا ہے۔ ہم حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے، ہم حضرت جی کے ساتھ جاتے تھے ایک جگہ قادیانیوں کیخلاف بہت بڑا جلسہ تھا ان کا بہت بڑا مرکز بن رہا تھا، حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ ہم پانچ چھ ساتھی ساتھ تھے اس وقت تھے ہی اتنے، تو زمانہ ذرا سخت تھا اس وقت تو پولیس اور ادارے زندہ تھے۔ آج کل تو برائے نام ہی ہیں۔ اس وقت حکومتیں تھیں تو ہم بھی چادروں میں چھپا کر پستول وغیرہ لائسنس تو تھے نہیں، لے جاتے تھے خطرہ رہتا تھا دشمنوں کی طرف سے اور جلسوں میں ہم اپنی اپنی ڈیوٹی بنا لیتے تھے کہ تم اس کونے میں بیٹھو گے، تم یہاں بیٹھو گے، تم منبر کے پیچھے بیٹھو گے تم منبر کے سامنے بیٹھو گے۔ تو مجھے یاد ہے ایک گاؤں مجھے نام بھی اس کا یاد ہے تو ہم وہاں گئے۔ تین راتیں حضرت رہے۔ ایک حضرت کیلئے چارپائی اور بستر اور کھانے کا انتظام تھا۔ ہم جو پانچ چھ تھے ہمیں ایک مکان میں اس میں مٹی کا فرش تھا اس میں رکھا گیا اور کئی گھروں سے تھوڑی سی روٹی اور تھوڑا تھوڑا سالن ایک پیالے میں آتا تھا اور وہ ہمیں کھانے کو دیا جاتا تھا۔ اس میں دال بھی ہوتی تھی، ساگ بھی ہوتا تھا۔ مختلف کھانے جو کچھ پکتا تھا وہ ایک پیالے میں ڈالتے جاتے تھے اور روٹیاں ہوتی تھیں۔ تو ہم نے تو وہ بھی کھا کر گزارہ کیا ہے۔

مجھے یاد ہے میں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو یہ جو بلکسر ہے، بلکسر سے کچھ لوگ گئے کہ جی آپ کی ضرورت ہے۔ شیعہ حضرات کے ایک عالم ہوتے تھے مولوی اسماعیل بہت وسیع المطالعہ شخص تھا اور بہت vocal اور بہت جرأت سے بولتا تھا۔ بہت بڑی لائبریری تھی اس کے پاس اور علماء اس کے نام سے بھاگتے تھے۔ کہ وہ وہاں آیا ہوا ہے اور کوئی ہمارا مولوی تو اس طرف منہ نہیں کرتا تو حضرت نے فرمایا چلو بھئی چلیں۔ ہم وہاں آ گئے بس میں سفر کرتے۔ تو جنہوں نے حضرت کو دعوت دی تھی وہ دیندار لوگ تھے۔ اسلام کا درد تھا لیکن بہت غریب

تھے اور غالباً جولاہے تھے گاؤں کے۔ تو انہوں نے ایک چارپائی پر ایک بستر لگا دیا حضرت کیلئے اور ہمارے لئے وہی فرش الٰہی اور کچا کوٹھا اور باسی روٹیاں، حضرت نے وہاں غالباً دو شب اور تین دن قیام فرمایا اور تیسرے دن ہم وہاں سے چلے۔ پہلے دن ہی حضرت نے فرمایا کہ جو جو اعتراض مولوی اسماعیل نے کیے ہیں، میں ان کے جواب تو دوں گا لیکن کچھ سوال میں بھی کروں گا۔ اور شیعہ حضرات آپ یاد رکھیں آپ کا مولوی بھاگ جائے گا۔ اسے جانے مت دیں اسے کہیں اپنے سوالات کے جواب سن لے اور میرے سوالوں کے جواب دے کر جائے۔ لیکن وہ بھاگ گیا لاری چڑھ گیا اور حضرت نے دو دن جلسہ کیا تیسرے دن ہم وہاں سے نکلے۔ تو وہ کچا فرش تھا اور اپنی دھوتی جو پاس تھی وہ اوپر تھی اور باسی روٹی گاؤں سے جو آتی تھی وہ کھانے کو ملتی تھی۔ تو اس وقت، اب تو گاؤں سڑک تک آگیا ہے اس وقت بلکسر گاؤں دور تھا فاصلہ تھا، درمیان میں کھیت تھے۔ تو وہ لوگ بس تک ہمارے ساتھ آئے انہوں نے بس میں بٹھایا حضرت جی پہلے بیٹھ گئے۔ میں پیچھے تھا۔ حضرت جی کو اگلی سیٹوں میں جگہ مل گئی اور میں پیچھے جہاں جگہ ملی تو انہوں نے مجھے 20 روپے دیے اور مجھے بڑا برا محسوس ہوا کہ دیکھو انہوں نے وہاں سے ہمیں بلایا وہاں سے بھی کرایہ حضرت جی نے اپنی جیب سے دیا ہے۔ گھر سے خرچ لے کر آئے ہیں یہاں باسی روٹیاں کھلائی ہیں اور اب 20 روپے دے رہے ہیں تو جہاں حضرت نے جانا ہے وہاں کا کرایہ بھی نہیں، تو میں پیچھے بیٹھا تھا اور حضرت آگے تھے جب چکوال اترے تو میں نے عرض کی کہ حضرت انہوں نے تو ہمارے ساتھ مذاق کیا ہے۔ کیا کیا ہے؟ بیس روپے دیے ہیں فرمانے لگے بے وقوف شکر کرو۔ ہم کوئی ان کا کام کر رہے تھے۔ ہم تو اللہ کے کام کیلئے آئے تھے، وہ ہم نے کر دیا اللہ قبول فرمائے۔ وہ نہ بھی دیتے تو کیا ہو جاتا۔ یہ دے دیئے تو بہت اچھا ہو گیا چلو کچھ support تو ہو جائے گی۔ تو وہ زمانہ اس طرح تھا۔ آج تو آپ کو یہاں ناشتہ ملتا ہے۔ دوپہر کا کھانا ملتا ہے اچھا ناشتہ، اچھی چائے، خالص دودھ، خالص اچھی گندم، گھر کا گوشت، گھر کا دودھ، جو میرا خیال ہے بہت سے لوگوں کو گھروں میں بھی نصیب نہیں ہے۔ یہ گندم جو آپ کھا رہے ہیں یہ organic food ہے جو دو گنی قیمت میں فروخت ہوتی ہے جس میں ولایتی کھاد نہیں ڈالی جاتی دیسی کھادوں پر بنائی جاتی ہے۔ دنیا میں organic خوراک دوسری خوراک کی نسبت دو گنی قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔

بجلی چوبیس گھنٹے چل رہی ہے اپ کے پورے پاکستان میں لوڈ شیڈنگ اور یہاں آپ کے پنکھے بتیاں چل رہے ہیں۔ پھر بھی اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اتنے پروگراموں میں تھک جاتا ہوں تو یہاں آوارہ گھومنے کی بجائے گھر تشریف لے جائیں۔ کیونکہ یہاں جتنی دیر رہنا ہے وہ یہاں کے نظم وضبط کی پابندی کرنا ہوگی۔ ہر ذکر کا، ہر پیریڈ ہر بندے کو attend کرنا ہوگا۔ درس پر attend کرنا ہوگا اور یہ لازمی ہے۔ جو نہیں کر سکتا کوئی مجبوری نہیں ہے کہ اسے کسی نے یہاں باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ ایک دن رہے دو دن رہے پھر چلا جائے۔ پھر طبیعت کرے تو پھر آ جاؤ کوئی پابندی نہیں ہے لیکن جتنی دیر یہاں رہو گے مرد ہو یا خواتین یہاں ہر پروگرام باقاعدگی سے attend کرنا ہوگا اس میں کوئی چھٹی نہیں ہے۔ اور اگر سمجھتے ہیں کہ تھک گئے ہیں یا ایک پیریڈ چھٹی کر لے۔ پانی کی قلت ہوتی ہے اور مشکل سے پورا کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہماری واٹر سپلائی یہاں سے دو چار میل دور ہے۔ وہاں سرکاری بجلی ہوتی ہے۔ ایک تو خشک سالی ہے ابھی تک بارشیں شروع نہیں ہوئیں، کنوؤں میں پانی کم ہے۔ اوپر سے بجلی نہیں ہوتی۔ بجلی آئے موٹریں چلیں وہ مین ٹینک میں جمع کریں پھر مین موٹر چلے پھر وہ آپ تک پہنچائے اس میں دو چیزیں رکاوٹ ہیں ایک بجلی کا نہ ہونا، دوسرا کنوئیں میں پانی بھی کم ہو گیا ہے۔ بارشیں ہو جائیں گی ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ تو اس کیلئے تاکید کی جاتی ہے کہ بغیر ضرورت کے پانی استعمال نہ کریں اور کم سے کم پانی میں اپنی ضرورت پوری کریں۔

(بقیہ صفحہ 14 پر)

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلرکہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.ourshelkh.org پر سن سکتے ہیں

دفتر: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

they are Allah's gifts. So, الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ Most Gracious, Most Merciful. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ So, the Only Master of the Day of Judgement, when the entire universe will be judged, and rewards and punishments will be awarded, لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن) Whose will be the dominion that Day? That of Allah, the Irresistable! Uptill here the worshipper, was alone talking to Allah, that You are Worthly of Praise, your name is Blessed, your Grace is Exalted and there is no Deity but You. You are the Sustainer of the Universe, You are Gracious and Mercifull, Owner of the Day of Judgement.

From here onwards he takes a beautiful turn. We all worship, اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ you. He has included every worshipper in "WE" It brings in all the worshippers in the universe, be it angels, Prophets (AS) noble people, Noble Companians (RAU), saints and scholars . of islam and every particle of universe that is worshipping Allah. He is standing alone, but by saying "WE" he has included himself in the vast group of worshippers. Do you know what happens with this "WE"? A person is doing Zikr Allah, he enjoys a personal bond, with ALLAH which only he knows and ALLAH knows; nobody else can know about it. Even the angels are ignorant of this bond . The angel records, مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق: 18) , every word, one utters, but what lies inside one's heart is not his concern. The Prophet (SAWS) said that when on the Day of Judgement, the deed of people will be weighed, the angels having kept the good and the bad deeds on the scale, will request ALLAH to take a look at them. ALLAH will say some of his noble deeds are kept with ME as well. The Angels will say that they are not aware of Them. ALLAH will say, indeed you ought not to know, about them as these are the feelings of the qalb (subtle heart); and the matter is entirely between him and ME. When these will be added to the noble deeds, they will add a lot of weight to the scale. These will be the blessings of Zikr Qalbi, the cognisance of ALLAH's Exaltation in the heart. The feelings of nearness with ALLAH, the moments spent in Divine Presence and the feelings they generated inside the qalb. These were known to the person or to his ALLAH, so these will be brought forward thay day. When a person engages in Zikr ALLAH alone, he receives Divine lights upon his qalb in acordance to the state of his qalb. When two people do zikr together the lights they receive are also of two kinds. If fifty people do Zikr together the light are of fifty kinds, similarly if five hudred do zikr the lights are of five hundered kinds. It becomes like a bouquet of blessings with Lights pouring down, like rain which benefits everyone alike.

to be continued

which they were doing according to their desires and decisions, and start acting upon that which is approved by Allah and his Messenger (SAWS). This is what Islam is all about. If you can not give up a habit then where does your kalima stand?

Next to the kalima, the obligatory salat (prayers) is the fundamental of Islam. There are five obligatory prayers in a day. The day starts with salat, it passes on with salat and when the sun is near setting, again it is time to offer salat. When it sets completely it is again time to offer salat. Before we sleep it is time to offer salat. What is salat? We cleanse ourselves, wear clean clothes, perform the ablution, turn our faces towards Qibla and stand before Allah and proclaim "Allah-o-Akbar" [Allah is greatest]. This proclaimation cuts off the connection of a living human being from the entire universe and makes him stand, one to one, before Allah. Now there is nothing that stands between Allah and His servant .

The Prophet (SAWS) said, do not walk in front of a person performing salat وانہ ینا جی ربہ, for he is conversing with his Rabb. Imagine a handful of dust and is discussing his problems and worries with the Almighty and Compassionate Allah! A person may enjoy authority over a country and people listen to him, while there is a poor man whom no one pays any heed, even in his own household While there is yet a more down trodden being to whom no one listens at all. The Divine Court is such that it pays heed to a ruler as well as a pauper. Everybody is heard there, and those who do not attend this Court are not appreciated. A person gets fed up if someone visits him frequently for help while Allah gets offended, if people do not come to him for help. He appreciates people asking from HIM infinitely. So the outcome of salat is, that you have seperated yourself from the universe, from family, friends, business and every worldly matter and have placed yourself directly before Allah.

Allah himself has instructed us how to converse with HIM in salat. It must start with His praise , O Allah you are Glorified, Praise Worthly. You are to be praised and it befits Your Grace that you shoud always be praised , وتبارک اسمک Blessed indeed is Your Name and your Grace is Unmatched and Exalted; ولا الہ غیرک And no One, but You deserve to be worshipped.

Then again we praise HIM اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ) All praise be to Allah, because he is the Sustainer of the entire Universe. He is the Creator, the Owner and the Cherisher of everything. Any beauty we see in a person is not his own but is bestowed upon him by Allah. Nobody owns any beauty or excellence,

Worship transforms our lives into living examples of Allah's obedience.

Translated Speech of SHEIKH UL MUKARRAM (MZA) 9-7-2012

But for this I had to appear before the Session court , so one day when I was going there I told Abdul Qadeer who was driving the car , that we know this case is a pack of lies , and we also know that it has been filed against me merely to make me anxious . We also know, that not only the lawyer even the judge knows that there is no truth in it and it will be dismissed. Yet when we go for court hearings a certain fear prevails over us. that any thing might happen . We feel this apprehension but do we experience the same fear regarding the day of judgement ? The session judge is a human being like us yet we fear what he might do; he might punish us, or send us behind bars. This feeling generates a certain fear in us inspite the fact that we know that we are innocent. Whereas when it comes to the Day of judgement, we are not sure what the verdit will be, as it will be decided by Allah the Sustainer of the Universe. So if this fear develops in us; of appearence before Allah, then our lives can be reformed. This is the outcome, derived from the acceptance of Kalima, When your believe in a person that he is the Messenger (SAWS) of Allah, you actually believe in many facts that the Messenger (SAWS) is truthful (Sadiq) and trustworthly (Ameen), and therefore he (SAWS) will neither add nor subtract anything to the message Allah has entrusted him (SAWS) with. He (SAW) will deliver the entire message leaving no stone unturned in this cause. Having understood this, do we have any room for disobedience?

We must keep our chracter in view and the Kalima لا الہ الا اللہ before us so that we still have time to repent. We must try to reform ourselves and also pray to Allah for help. One is liable to err, or be slack, but we must feel sad when we commit a mistake. We must instantly turn to Allah and repent . If there is some strength in our declaration of kalima then we can never persist on sin.

Some people think that it is our habit and we cannot abandon certain mistakes. Islam stands for making people abandon thier evil habits. Islam wants people to abandon all those actions

going to various Stations and stay at each for some time. I forget things; I am not a scholar but an illiterate person.'

When questioned about his meeting the Prophets (as), he replied, 'Sometimes a contact is made with them (as), when my Rooh travels to their Stations. Occasionally, I happen to meet Hazrat Musa (as), Hazrat Ibrahim (as, Hazrat Nooh as and other exalted personalities. This also happens when I am reciting the Holy Quran. If you pay attention toward a Prophet as mentioned in the Holy Quran, a strong band of light extends up to him. There is only 'Noor' (light). Can't be described!'

Someone asked, 'Have you been to Paradise?' 'No, I have never been there although I have seen it; I have found a place above that. I go after the treasure.' When someone asked him to explain this place above paradise, Qazi Ji (rua) laughed and said, 'That is obvious, the Presence of Allah swt, the Lord of the universe! Because of this, now I don't pay attention to anything else. The speed of Rooh is very fast, may Allah (swt) preserve us, I may be sleeping or talking, now that I am conversing with you, my companion (Rooh) is also sitting here. Read the Kalimah in this way: say La Ilaha here, Ill-Allah there (in front of Allah (swt), Muhammad-ur Rasool Allah at the Tomb of the Holy Prophet (saws). (Who knows?) What is correct in the sight of Allah swt? One can comprehend things and see the Rooh at initial (lower) stations, but when a person finally reaches here (high stations), he cannot understand anything; even the Rooh is not visible here.' This conversation was beyond the comprehension of ordinary Sathis. A silence fell on the assembly. (By coincidence, this conversation also got recorded.)

Once, Qazi Ji rua went to answer the call of nature in the nearby fields. To clean himself he picked up some clay, looked at it and then threw it back. He did the same with another and then another and with each piece he picked up, his anxiety increased. Hazrat Ji (rua) saw this from afar and turning to the Sathis said, 'Look at what is happening to Qazi Ji (rua).' When Qazi Ji (rua) returned and presented himself before Hazrat Ji (rua), he said, 'Hazrat, whichever piece of clay I picked up, I heard it repeating the praise of Allah.' Hazrat Ji (rua) said, 'Qazi Ji (rua) don't you know that every animate and inanimate object glorifies Allah (swt). It is another matter that you heard their Tasbeeh (glorification) through your Kashf (spiritual vision), today.

"The seven heavens and the earth, and all beings therein, declare His glory. There is not a thing but celebrates His praise, yet ye understand not how they declare His glory." (Bani Isra'il:44)

to be continued

accorded by everyone to the Ahbab who had preceded them, who in turn, were most affectionate towards the new members, taking time out and working hard day and night to instruct new Sathis, individually or collectively.

After lunch there was a short nap. Due to the rigorous routine, despite the floor-bed, the heat (due to no fans) and the flies, everyone would sleep so soundly that it would become difficult to get up for the Zuhr Salah. Following the Salah was a period in Hazrat Ji (rua's) presence and during this tea was served. This was followed by Zikr, recitation of the Holy Quran and other activities till Asr Salah, followed by Zikr again! Zikr was continuously done throughout the day, either individually or in groups, but the most precious time during the day was that which was spent in Hazrat Ji (rua's)company. If there was a scholar present, his conversation with Hazrat Ji rua would be purely scholarly, but even during the conversation Hazrat Ji rua would continue giving Tawajjuh silently to other Ahbab, which made them cover, in moments, the distances of centuries on the spiritual Path. In one such sitting Hazrat Ji (rua) gestured to a Sathi to latch the window, and such was the intensity of his Tawajjuh, that as soon as he gestured, the Sathi's Rooh crossed the Station of 'Salik al Majzoobi' in one leap!

Probably, during 1976 annual Ijtema', while explaining the comparison of time of this world and the next, Hazrat Ji rua quoted the conversation between Allah swt and Hazrat Uzair as from the Holy Quran, Surah al-Baqarah verse 259.

Allah swt asked, "How long did you remain in this state?"

He as replied, "Maybe one day or less."

Allah (swt) replied, "But, you remained in this condition for 100 years."

Qazi Ji (rua), who was also present at this assembly; suddenly spoke out, 'Hazrat Ji, I asked Hazrat Uzair as, how he had replied that he had stayed in this state for a day or even less, and Allah swt said he had stayed 100 years. He as answered that he had mistakenly reckoned the time in terms of the next world, whereas Allah swt had questioned him according to the time applied to this world." Hazrat Ji (rua) told Qazi Ji (rua), "You are correct in what you saw."

As soon as the assembly was over, Qazi Ji rua was surrounded by the curious Sathis (companions) who bombarded him with questions. One Sathi asked him about the appearance of Hazrat Uzair (as). He replied, 'He resembles so and so (naming a Sathi from Lahore), tall, with a sparse beard, keeps coming (here)'. When someone mentioned Hazrat Isa as's Ascent, Qazi Ji rua said, 'He is at the 4th Heaven and can be found at the 'Maqam-e Khaffi'. Then he added, 'I keep

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal(Translation)

CONGREGATIONS

After Zikr was over, the Ahbab would discover bruises on their bodies due to the intensity of their Zikr. However, after Isha Salah because of the blessings of Zikr, the Ahbab calmly went to sleep, without any bedding, on these very stones.

The stay at the Munara School was a test of one's endurance from the beginning to the end. The short nights of June and July did not afford much sleep between Isha and Tahajjad. After Tahajjad Nawafil (plural of Nafal - extra, voluntary worship), there was an extended session of Zikr till Fajr. After Fajr Salah to Ishraq, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza would give a Dars (lecture) from the Holy Quran, in an exceptional manner; neither word-by-word translation nor customary phraseology! In his unique style, he presented the meaning of the Holy Quran so effectively that it would go straight to the heart.

The activities from Tahajjad to Ishraq were conducted at the Jami'a Masjid near the Munara School. On returning to the school, the Ahbab were served breakfast with a cup of tea and some leftover bread from the last evening meal. After Chasht, there was an extended Zikr and at 11 am, it was time for lunch comprising Roti (bread) and some light vegetable curry or dhal, which along with scant sleep at night, adhered to the Sufi code of 'less sleep and less food'. Hazrat Ji rua also ate the same food. The Ahbab, who could manage to, sat close to Hazrat Ji rua's bed and ate of his leftover bread or vegetable and considered themselves very fortunate.

In following the Sunnah of the Holy Prophet (saws), Hazrat Ji rua always cared for the peoples' status, and this was especially noticed during meals. For granting them honour, various Ahbab would be invited to sit near him and take their food. Of course, they were also served the same food that was served to everybody. Water was drunk from common vessels. No distinction was made between the Ahbab and everyone was called 'Sathi' (companion), regardless of his worldly status. Everybody lived and did Zikr together and ate in common utensils. The only distinction noticeable was the respect

Rajab / Shahban 1434h

June 2013

ماہنامہ المرشد

لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَایُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

Certainly Qiamat will not be established till there remains in the world even a single person who remembers Allah.

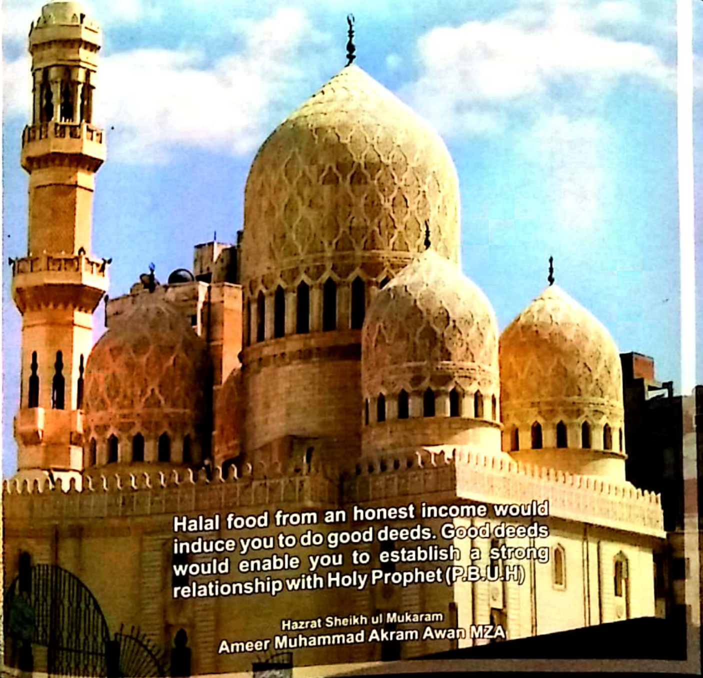

Halal food from an honest income would induce you to do good deeds. Good deeds would enable you to establish a strong relationship with Holy Prophet (P.B.U.H)

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255